بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۲　ماہ فروری ۲۰۱۴ء مطابق ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ　شمارہ نمبر ۲

مدیر
خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۹
۳	رحمت عالم ﷺ نے اپنا یوم پیدائش کیسے منایا؟	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۲۹
۴	بچوں کی پرورش	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۳۱

اگر اس دائرہ میں ⃝ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے — منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے لئے درج ذیل حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات ان سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بکڈپو طٰہٰ بکڈپو الطاف بکڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اتر پردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زر تعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی-/Rs.200

☆ سالانہ زر تعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی [1]) عمومی-/Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زر تعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ- -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ- -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : **Mr. RAZIUR RAHMAN**
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن-۲۲۶۰۱۸ - یوپی، انڈیا- فون نمبر: Ph:0522-4079758

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے ------

خلیل الرحمن سجاد کے لئے پرنٹر و پبلشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسیٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱/۱۱۴ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

ہمارے زمانے میں جلسوں اور کانفرنسوں کا انعقاد بہت عام سی بات ہے، تاہم ماہ دسمبر ۲۰۱۳ء میں کچھ ایسے جلسے ہمارے ملک کے شمالی وجنوبی خطوں میں ہوئے جن کا تذکرہ آپ کی اس بزم میں کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔

امن عالم کانفرنس، دیوبند

شیخ الہند ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ، نئی دہلی کی طرف سے جو دعوت نامہ اس اجلاس کے لئے جاری ہوا تھا، اس کی عبارت سے اور اس میں پیش کی گئی فکر سے ہی یہ توقع قائم ہوئی تھی کہ اس اجلاس کے داعیوں کے ذہن میں جن میں اصل اور سرفہرست، مولانا سید محمود مدنی ہیں، مثبت اور عملی جدوجہد کا کوئی خاکہ ہے اور یہ اجلاس شاید اس جدوجہد کا نقطۂ آغاز بننے والا ہے — اس دعوت نامے میں لکھا گیا تھا:

> ''اسلام'' زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ایک داعیانہ مذہب ہے۔ امن، عدل ومساوات اخوت ووحدت، اسلامی فکر وعمل کا محور ہے۔ فساد فی الارض کو ختم کرنا، نزاع سے بچنا، مصالحت پسندی، قیام امن، باہمی اتحاد واتفاق اور بین الاقوامی تعاون واشتراک کوئی عارضی حکمت عملی نہیں بلکہ مقصدِ اسلام اور منشاء الٰہی ہے.....

اس دعوت نامے میں اجلاس کا جو مقصد بتایا گیا تھا وہ تھا:

> ''فساد فی الارض کو مٹانے اور عدل ومساوات، اخوت ووحدت اور تمام انسانیت کی خیر خواہی پر مبنی قیام امن اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لئے اسلام کے قائدانہ اور داعیانہ کردار کو فکری اور عملی طور پر تمام اقوام کے سامنے مؤثر طریقے سے پیش کرنا.....''

دعوت نامے کی اس قسم کی عبارتوں سے، اور کچھ اور بھی قرائن سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ اس اجلاس کے داعیوں کے ذہن میں مثبت اور تعمیری مزاج کے کچھ ٹھوس کام کا منصوبہ ہے — اسی امید نے اس کم ہمت کے دل میں بھی، جو عام طور پر اجلاسوں میں شرکت کے لئے وقت نہیں نکال پاتا، اس اجلاس میں

شرکت کا داعیہ دل میں پیدا کر دیا — اس اجلاس میں مزید کشش اس وجہ سے بھی تھی کہ یہ سرزمین دیوبند میں منعقد ہو رہا تھا اور اس کا انتساب حضرت شیخ الہندؒ کی عظیم جد و جہد کی طرف تھا۔ نیز اس اجلاس میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، برما، نیپال اور کچھ اور ملکوں کے علماء کرام کی شرکت بھی متوقع تھی — بہرحال یہ راقم الحروف ۱۲ر دسمبر کی دوپہر دیوبند پہونچ گیا۔ دیوبند کے ریلوے اسٹیشن پر محترم مولانا محمد سلمان بجنوری صاحب (استاذ دارالعلوم دیوبند وخلیفہ مجاز حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم) کو اپنا منتظر دیکھ کر بہت شرمندہ وممنون ہوا۔ وہ مجھے سیدھے محترم مولانا محمود میاں صاحب کے مکان پر لے آئے جہاں معلوم ہوا کہ میرا قیام طے کیا گیا تھا۔ وہ شام مختلف حضرات سے ملاقات میں گزری اور بڑی پرکیف گزری۔ شاید ہی کوئی اس حقیقت کو جھٹلا سکے کہ دیوبند کی فضاؤں اور دارالعلوم کے در و دیوار میں آج بھی نہ جانے کیا کچھ ہے کہ دل ودماغ ایک نئی روحانی کیفیت اور جذبات میں ایک تلاطم محسوس کئے بغیر نہیں رہتے۔ عشاء کی نماز کے بعد طلبۂ دارالعلوم نے مدنی مسجد میں ایک مجلس رکھ لی تھی، جس میں طلبہ کے جم غفیر سے کچھ طالب علمانہ گفتگو کی سعادت بھی حاصل ہوئی — اپنی مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عزیز طلبہ سے بات کرنے کی سعادت سے تو یہ عاجز عرصہ سے محروم ہے، البتہ دارالعلوم دیوبند اور دوسرے چھوٹے بڑے مدارس کے طلبہ سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ گفتگو کا موقع مل ہی جاتا ہے اور ہر بار یہ احساس تازہ ہوتا ہے کہ موجودہ انحطاط اور بگاڑ کے باوجود آج بھی ہمارے مدارس کے طلبہ میں خاصی تعداد ایسوں کی موجود ہے جو دین کی گہری سمجھ حاصل کرنے اور اپنے اسلاف کے مذاق ومنہاج پر کاربند رہتے ہوئے اور زمانے کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اپنے دین کی خدمت ودعوت اور احیاء واقامت کے راستے میں اپنی زندگی لگا دینے اور اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کے زبردست جذبات رکھتے ہیں، بس ضرورت ہے ان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کی، ان میں اخلاص وللّٰہیت اور ورع وتقویٰ کے ساتھ بصیرت ودانائی اور شعور وآگہی کے اوصاف پیدا کرنے کی.....

—— اگلا دن (۱۳ر دسمبر) جمعہ کا دن تھا، دیر رات پاکستان کے علماء کرام کا مؤقر وفد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب امیر جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کی سربراہی میں دیوبند پہنچ چکا تھا۔ دن میں ۱۱ بجے دارالعلوم دیوبند کے مہمانخانے میں اِن سب حضرات سے ملاقات اور تقریباً ایک گھنٹہ گفتگو کا موقع ملا۔ دونوں ملکوں کے حالات اور مستقبل کے امکانات وخطرات پر نہایت معلومات افزا گفتگو ہوئی۔ یہ حضرات لاہور سے امرتسر، لدھیانہ، سرہند اور سہارن پور ہوتے ہوئے دیوبند پہونچے تھے، انہوں نے بتایا کہ انہوں نے یہ پورا سفر سڑک کے راستے اس مقصد سے کیا کہ وہ ہمارے ملک کے حالات کو زیادہ قریب سے دیکھنا اور

سمجھنا چاہتے تھے — ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ یہاں کے مسلمانوں کی دین سے وابستگی اور مساجد ومدارس میں چہل پہل کو دیکھ کر خوش ہوئے ہیں — اور دیوبند پہنچ کر توان کے تأثرات کو لفظوں میں بیان کرنا بھی آسان نہیں — محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے ملاقات دارالعلوم کی پرشکوہ مسجد ''مسجد رشید'' میں جمعہ کی نماز سے پہلے ہوئی۔ پھر نماز جمعہ کے بعد استقبالیہ تقریب میں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے نہایت مفید خطابات سننے کا موقع ملا —

۱۳؍دسمبر بروز جمعہ بعد مغرب اجلاس کی پہلی نشست محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ پورے دوروزہ اجلاس کا پروگرام اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ ہر نشست کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ موضوعات طے ہوتے تھے اور ان پر ایک یا دو حضرات کا کلیدی خطبہ ہوتا تھا، پھر اس کے بعد تمام شرکاء کو اسی موضوع پر اظہار خیال یا بحث ومباحثہ کی دعوت دی جاتی تھی — پہلی نشست کے لئے دو موضوعات طے تھے:

۱۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کی آزادی میں علماء کا کردار

۲۔ امن کے قیام کے لئے علماء کا کردار اور ان کے فرائض

اس نشست میں کلیدی خطبہ دارالعلوم دیوبند کے بزرگ استاذ حضرت مولانا ریاست علی بجنوری صاحب مدظلہ نے پیش کیا، اس کے بعد مختلف حضرات نے اِن دونوں موضوعات پر اظہار خیال فرمایا۔

اجلاس کی انتظامیہ نے جو لٹریچر شرکاء اجلاس کے درمیان تقسیم کیا تھا، اس میں ہر موضوع پر ایک جامع مضمون پیش کر دیا گیا تھا، اس لٹریچر کے مطالعہ سے اس نشست کے اہداف اور اس کے اصل پیغام کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں موضوعات میں سے پہلے موضوع کے بارے میں پیش کردہ مضمون کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

> ''..... شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علماءِ حق کی اس جماعت کے روحِ رواں تھے جنہوں نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس برصغیر کو یورپی سامراج کی تباہ کاریوں اور مغلیہ سلطنت کی بگڑتی صورت حال کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اپنی کوشش کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے فرانس، امریکہ اور روس کے انقلابات سے بہت پہلے دنیا کے سامنے اپنا وہ انقلابی نظریہ پیش کیا، جس نے ۱۸۰۳ میں ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ کی شکل میں ایسی عملی طاقت اختیار کی جو آخر کار برصغیر سے برطانوی حکومت کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہوئی.....
>
> پہلی عالمی جنگ کے بعد علماء ہند نے ملکی اور ملی معاملات میں باقاعدہ حصہ لیتے ہوئے

اپنے اس عملی سفر کو جاری رکھا، جس میں تحریک آزادی وطن کو سب پر مقدم رکھا تھا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی صدارت میں ۱۹۲۰ میں دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا گیا اور اس اجلاس میں ترک موالات کا وہ اہم فیصلہ لیا گیا جس کے مطابق تمام سرکاری خطابات، عہدے، کونسل کی ممبری اور فوجی ملازمت ترک کرنا، نیز انگلستان سے تجارتی تعلقات ختم کرنا، سرکاری تعلیم اور عدالتوں میں مقدمات کی پیروی کے بائیکاٹ اور سرکاری امداد سے پرہیز جیسے اہم فیصلے شامل تھے۔ ترک موالات کے اس فیصلے یا فتویٰ کو حکومت کی طرف سے فوراً ہی ضبط کرلیا گیا تھا، اسی لئے علماء حق نے ۱۹۲۱ میں فوری طور پر ایک دوسرا اجلاس منعقد کیا، اور ترک موالات کے اس فتوے کو دوبارہ شائع کیا گیا اور ساتھ ہی ولایتی اور سرکاری نوکریوں کے بائیکاٹ کا وہ اعلان بھی کردیا گیا جس کی وجہ سے برطانوی معیشت پر گہری چوٹ پڑی تھی۔

ہمارے علماء کرام نے آزادی کی تحریک میں حصہ لینے کو ایک مذہبی فریضہ بنا دیا تھا اور ان حضرات کے ذریعہ غیر ملکی سامان وغیرہ کا بائیکاٹ صرف ایک سیاسی اور معاشی ہتھیار نہیں بلکہ شریعت کے ذریعہ نافذ کیا گیا ایک فرض تھا..... مگر افسوس کہ آج ہمارے علماء کی قربانیوں کو یکسر بھلا دیا گیا ہے اور خود مسلم قوم بھی غفلت اور خود فراموشی کا شکار ہوگئی ہے، آج ہم لوگ آزادی کی خوشیاں تو مناتے ہیں، مگر نہ ہمیں اپنے بڑوں کی قربانیوں کا احساس ہے اور نہ ہی ان کی عظیم خدمات سے واقفیت، اور نہ ہی یہ فکر کہ آزادی جس مقصد سے حاصل کی گئی تھی وہ پوری طرح حاصل ہوسکا یا نہیں؟ حالانکہ اقوام وملل کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو قوم اپنے ماضی سے کٹ جاتی ہے وہ کبھی بھی مستقبل میں کامیابی کے نقوش ثبت نہیں کرپاتی..... ناکامی اور اخلاقی زوال اس قوم کا مقدر بن جاتا ہے.....''

آزادی کی جدوجہد میں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو بھلا دینے کا جو رویہ اپنوں اور غیروں (دونوں نے) غیر شعوری اور شعوری طور پر اپنایا ہے اس کا شکوہ کرتے ہوئے اِس مضمون میں بڑے صاف لفظوں میں کہا گیا کہ:

''.....احسان فراموشی کی اس سے بدترین مثال کیا ہوگی کہ آزادی کے لئے فضا جنھوں نے ہموار کی، مردہ دلوں میں روح جنھوں نے پھونکی،۔۔جنھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔۔۔ آج ان ہی علماء کی مخلصانہ خدمات کو ملکی تاریخ سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا اور وہ مسافر جو اس کفن بردوش قافلے میں سرراہ آکر شامل ہوگئے تھے ان کو قافلے کی قیادت کا تاج پہنا دیا گیا۔

ہمیں دوسروں پر نہ زیادہ افسوس ہے نہ ان سے گلہ کرنے کا یہ موقع ہے مگر خود ہمارا اپنا اسلاف کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ اور ہمارا رشتہ اپنے شاندار ماضی سے کتنا مضبوط ہے؟ یہ

سوچنے کی بات ہے!!.....

ہم خود اپنی موجودہ نسل کو علماء اسلام کے کارناموں سے روشناس نہیں کراتے حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس فرقہ وارانہ ماحول میں ہمیں اپنے ماضی سے پوری واقفیت ہوتا کہ ہم پورے شرح صدر کے ساتھ یہ کہہ سکیں... کہ ہم نے اس ملک کی قسمت جگانے میں جتنا خون بہایا ہے، اتنا پسینہ بھی دوسری قوموں نے ملک کر نہیں بہایا۔ ہمارے علماء حق کی جدوجہد پورے ایشیا کی آزادی کے لئے تھی..... نیز ہمیں اپنی نسلوں بلکہ پورے عالم کو یہ بھی بتانا چاہئے کہ آخر وہ کیا وجوہات تھیں جنہوں نے ان بوریہ نشیں علماء کرام کو میدانِ کارزار میں قدم رکھنے پر مجبور کر دیا تھا.....اس بات کی طرف بھی توجہ دلانی چاہئے کہ علماء نے اسلام اور اسلامی شعائر کی حفاظت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں، ان میں مسلم عوام نے اپنی ذمے داریاں کہاں تک نبھائی ہیں اور کس حد تک نبھانے کی ضرورت ہے۔ ہماری اصل منزل کیا ہے اور ہم کس طرف جا رہے ہیں؟

یہاں ایک خاص قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ آزادی کی جدوجہد کے ضمن میں جہاں ہمارے علماء کرام کی قربانیوں اور ''روح جہاد'' کا تذکرہ اس مضمون میں کیا گیا وہیں کچھ اہم اشارے ان عظیم علماء کی بصیرت وفراست اور خداداد ''روح اجتہاد'' کی طرف بھی کئے گئے۔ مثلاً لکھا گیا کہ:

شیخ الہند مولانا محمود حسن نے جس طرح راجہ مہندر پرتاپ سنگھ کی صدارت میں ہندوستان کے لئے ایک عارضی جمہوری حکومت کے قیام کا منصوبہ تیار کیا تھا، اس کا مقصد بھی ہندوستان سے انگریز حکومت کو بے دخل کرنا تھا۔ اس پورے معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا سید محمد میاںؒ رقم طراز ہیں: ''علماء ہند نے کامل جمہوری سلطنت کا منصوبہ قائم کر کے ہندوستان کے نہایت پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسئلہ کو بڑی خوبی سے سلجھایا اور مذہب وسیاست کی دونوں دھاروں کو خدا کے حکم سے ایک دریا میں بہا دیا''۔

اس پہلی نشست کے لئے متعین کیا گیا دوسرا موضوع تھا:

''امن کے قیام کے لئے علماء کا کردار اور ان کے فرائض''۔ اس سلسلہ میں جو مضمون تحریر کیا گیا۔ اس کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

''قیام امن اسلام کا محض ایک شعبہ ہی نہیں بلکہ یہ اس کا ایک اہم مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام باہمی اتحاد واتفاق اور بین الاقوامی تعاون واشتراک کی حمایت کرتا ہے اور دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ عدل ومساوات، ہمدردی وخیر خواہی اور صلح وآشتی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے برخلاف ہر قسم کے ظلم وستم، فتنہ وفساد، تشدد ونفرت اور دہشت گردی کا سخت مخالف ہے۔

اسلام انسانوں کے درمیان مشرقی ومغربی، شمالی وجنوبی، کالے وگورے، عربی وعجمی، ہندی

وغیر ہندی اور نسلی وخاندانی کسی قسم کے امتیاز کا روادار نہیں۔ وہ سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ **النَّاسُ سواسية كاسنانِ المشط ،لافَضْلَ لِعرَبيٍّ عَلى عَجمِيٍّ وَلا لِأبيض على أسود وَلَا لِأحمرعلى أصفر،كلُّكم مِنْ آدم ،وآدمُ منْ تُراب** (سارے انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں ۔عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، سرخ رنگ والے کو گندمی رنگ والے پر کوئی فوقیت (رنگ ونسل کی بنیاد پر) نہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔۔

اسلام صرف امن وسلامتی کا ایک مذہب ہی نہیں ، بلکہ اس کا داعی اور محرک بھی ہے، انسانی جور وجفا اور ظلم وستم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کے باوجود۔ کچھ اپنوں کے غلط کردار اور منفی طرز عمل کی بنیاد پر اور کچھ غیروں کی شرارت وفتنہ پروری کے باعث اس کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑا جا رہا ہے۔۔۔ایسے حالات میں داعیان ومبلغین اسلام کے لئے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ حالات کا تجزیہ کرکے ان کے تقاضے اور چیلنجیز کے مطابق ایسی حکمت عملی تیار کریں جس سے اسلام کا بے داغ چہرہ سب کے سامنے نمایاں ہوسکے۔۔۔۔۔

قیام امن کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں:

ا۔ظلم کے محرکات کی نشان دہی۔(ب) پھر اس کے تناظر میں حکمت عملی کی تجویز۔

ظلم کے محرکات:

تعصب ونفرت، ظلم وتشدد کے اصل محرک ہیں، تعصب ونفرت کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱۔لسانی اختلاف

۲۔علاقائیت

۳۔نسلی تفاخر

۴۔مذہبی تنگ نظری

۵۔مسلکی تشدد

۶۔ملکی تعصب

قیام امن کی تجاویز:

انفرادی طور پر کوشش کے ذریعے امن وامان کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔اس کے لئے یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ جس کے پاس جس طرح کا موقع اور قوت عمل ہے، وہ اس اعتبار سے

قیام امن کی کوشش کرسکتا ہے۔مثال کے طور پر وہ مقرر ہے تو تقریری مواقع پیدا کرکے اسلام کے اس پیغام کو عام کرسکتا ہے، اگر کوئی قلم کار ہے، تو اپنی تحریر سے اس فریضے کو انجام دے سکتا ہے۔کوئی صاحب حیثیت ہے تو وہ اس طرح کے لٹریچر، پمفلٹ اور کتابچے شائع کراکے اس کار خیر میں حصہ لے سکتا ہے، وغیرہ۔سماجی سطح پر بھی قیام امن کی کوشش کی جاسکتی ہے، مثلاً اس طرح کہ اگر کوئی مختلف ومخلوط مذاہب پر مشتمل سوسائٹی یا کالونی میں رہتا ہے تو وہاں کوئی ایسی مشترکہ کمیٹی بنائی جائے جس کے بنیادی مقاصد میں اخوت وبھائی چارگی اور مل جل کر رہنے کا عزم محکم شامل ہو۔علاوہ ازیں اپنے اخلاق وکردار، پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی جو اسلامی ہدایات ہیں، ان پر کاربند ہوکر سماج کو پرامن اور مثالی بنایا جائے۔ہندوستان جیسے کثیر مذہبی وکثیر لسانی ملک میں۔۔۔قیام امن کے لئے یہ کوشش کی جاسکتی ہے کہ مختلف مذاہب کے نمائندوں کے درمیان مکالمہ ومفاہمت کا سلسلہ شروع کیا جائے، ملکی وبین الاقوامی سطح پر بھی اسلام کے عالمی مصالحت پسندی اور آفاقی رواداری پر مبنی قوانین کی تشریح وتبلیغ کرکے امن وامان کے قیام کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے اور دنیا کو امن وامان کا گہوارہ بنانے میں خوب صورت کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔''

یہ تھا پہلی نشست کے لئے خطابات اور مباحثہ کا مقرر کردہ محور، اور کلیدی خطاب سے لے کر تمام فاضل شرکاء کی گفتگوؤں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے فاضلانہ صدارتی خطاب تک سب کا رخ یہی رہا ——— آزادی کی جدوجہد میں علماء کے کردار کے موضوع پر متعدد حضرات نے اس بات پر زور دیا کہ اس موضوع پر نہ صرف اردو میں بلکہ دوسری زبانوں میں کتابیں تیار کی جائیں جو ہماری نئی نسلوں کو بھی اور برادران وطن کو بھی اس موضوع سے مستند واقفیت پہونچانے کا ذریعہ بنیں ——— اسی طرح دوسرے موضوع پر مباحثہ کے ضمن میں بھی امن کے قیام کے لئے ماضی میں ہمارے علماء کی خدمات کو بھی علمی اسلوب میں نئی نسل اور عام قاری کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ——— تاکہ ہمارے علماء کی مساعی کو اور ان کے اصل مقصد اور روح کو صحیح طور پر سمجھا جاسکے۔

اس پورے اجلاس کی مختلف نشستوں کے لئے جو موضوعات رکھے گئے تھے، مثلاً:

''دہشت گردی اور مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ فسادات اور بے قصوروں کی خون ریزی کے خلاف واضح اور متحدہ موقف''

''غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے مطابق پڑوسیوں کے حقوق کی پاسداری اور باہمی رواداری''

''اقلیتوں کے حقوق اوران کی پاسداری''

''کمزوروں، ناداروں، عورتوں اور بچوں کے حقوق کی رعایت،

''صالح معاشرہ کی تشکیل میں دیگر جملہ مذاہب اور مصلحانہ تحریکوں کے ساتھ اشتراک'' اور

''جنسی استحصال، عیش پرستی، شراب، منشیات اور فحاشی سے پاک صالح معاشرہ کی تشکیل میں دیگر مذاہب اور اصلاحی تحریکوں کے ساتھ اشتراک عمل''

اوران سب موضوعات کے لئے اجلاس کے داعیوں کی طرف سے جو فکری لٹریچر مرتب کیا گیا تھا اور مباحثہ کے دوران شرکاءِ اجلاس نے جس قسم کے خیالات کا اظہار اپنی گفتگوؤں میں کیا، اس سب نے مل کر اس پورے اجلاس کا ایک خاص مثبت، داعیانہ اور تعمیری رخ متعین کر دیا۔ دور حاضر میں، عام طور پر، ہمارا جو منفی یا احتجاجی انداز نظر آتا ہے، اور جس طرح ہم صرف اپنے حقوق کا، اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا، جس شکست خوردہ اور جھنجھلاہٹ اور مایوسی والی نفسانی کیفیت سے مغلوب انداز میں، تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کے بجائے، بلا مبالغہ اس اجلاس پر پوری انسانی برادری کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں، اور عالمی امن وانصاف کے قیام کے سلسلے میں جو ذمے داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں، ان کا داعیانہ اور مثبت انداز میں تذکرہ غالب رہا۔

بالخصوص پاکستان سے آئے ہوئے حضرات علماء کرام نے اعتدال پسند، اور مثبت اور انسانیت دوست خیالات کی وجہ سے اپنے گہرے نقوش ثبت کئے۔ اور بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کی کہ کاش اِس موقع پر ہمارے ملک کے اور مغرب کے صحافی، دانشور اور پالیسی ساز لوگ بھی یہاں موجود ہوتے اور دیکھتے کہ دیو بند کی سرزمین سے پورے برصغیر اور دوسرے ملکوں سے آنے والے علماء کے کن خیالات کی اشاعت ہو رہی ہے؟

اس اجلاس کا یہی داعیانہ اور مثبت رخ ہے جس نے اس عاجز کے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ خیر مقدمی الفاظ اور امید افزا تاثر کے ساتھ اس کا تذکرہ الفرقان کے اِن صفحات میں کیا جائے —— اور اجلاس کے داعیوں کی خدمت میں مبارکباد کے ساتھ یہ بھی عرض کیا جائے کہ اب آپ کی ذمے داری اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ وہ سب کام جن کا اس اجلاس میں ذکر کیا گیا، اللہ کرے کہ عملی طور پر جلد از جلد شروع ہو جائیں —— اجلاس کے داعی محترم مولانا سید محمود مدنی صاحب نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں صاف کہا تھا:

''یہ امن عالم کانفرنس، کوئی عام قسم کے جلسے یا اجلاس نہیں ہیں، جو محض خانہ پری اور

رسم کی ادائیگی کے لئے کئے کرائے جاتے ہیں، بلکہ اپنے فکر و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے ان فرائض کے متعلق احساس ذمے داری پیدا کرنا ہے، جن پر اپنی کاہلی یا کوتاہیوں کے سبب توجہ نہیں دے پاتے ہیں۔ حالانکہ عملاً فرض کے درجے میں ان کی ادائیگی و تکمیل ضروری ہے۔''

ہم اِن عزائم اور حوصلوں کا استقبال کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ آنے والے دنوں میں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کچھ ٹھوس کام وجود میں آئے —— حضرت شیخ الہندؒ کی سراپا عمل شخصیت کی طرف منسوب اس اجلاس، اور مسلسل منعقد کی جانے والی تقریبات سے بنی ہوئی فضا کو ہرگز ضائع نہیں کیا جانا چاہئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرت شیخ الہند کی جدوجہد صرف مسلمانوں کے سیاسی و معاشی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد نہیں تھی، وہ انسانی برادری کو امن و انصاف دلانے اور ہمہ گیر نظام عدل کے قیام کی جدوجہد تھی۔ آج انہی خطوط پر اور اسی مزاج اور مقصد کو سامنے رکھ کر ایک نئی عملی جدوجہد اور تحریک کی ضرورت ہے۔ جس کا فکری و نظریاتی تذکرہ اس اجلاس میں بہت اچھے انداز میں آ گیا ہے۔ اب انتظار ہے اس مبارک ساعت کا جب اس کے عملی آغاز کا مژدۂ جاں فزا ہمارے کانوں میں گونجے ——

ولعل الله يحدث بعد ذالك امراً۔

جامعۃ الباقیات الصالحات ویلور کا عظیم الشان اجلاس:

ویلور، جنوبی ہند کے مشہور شہر مدراس سے تھوڑے سے فاصلے پر واقع ایک تاریخی شہر ہے۔ اسی شہر کے ایک قلعے میں عظیم مجاہدِ آزادی ٹیپو سلطان کی شہادت (۴؍مئی ۱۷۹۹ء) کے بعد انگریزوں نے سلطنت خداداد کے پایۂ تخت ''سری رنگا پٹن'' میں موجود شہید ٹیپو سلطان کے تمام اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو نظر بند کیا تھا، اور اسی شہر میں ۱۸۰۶ء میں انگریزوں کے خلاف پہلی عام بغاوت رونما ہوئی تھی، اور بالآخر ۱۸۵۷ء میں عسکری و سیاسی میدان میں شمالی ہندوستان میں بھی شکست کھانے کے بعد جب یہ رائے بنی تھی کہ اب ہمیں انگریزوں کو یہاں سے نکالنے کے بجائے عام مسلمانوں اور آنے والی نسلوں کے دین و ایمان کے تحفظ کی جدوجہد کو اپنا اصل ہدف بنانا چاہئے، تو جنوبی ہند کے اہل علم و بصیرت نے اپنی اِن مساعی کے مرکز کے طور پر جس شہر کا انتخاب کیا وہ بھی یہی شہر ویلور تھا۔ اور ان مساعی کے مرکز کے طور پر جو ادارہ قائم ہوا وہ ہے جامعۂ باقیاتِ صالحات، اس جامعہ کے قیام کو ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال گزر چکے ہیں۔ اس موقع پر جامعہ کے ذمے داروں نے ایک عظیم الشان اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا، جو ۱۷؍۱۸؍صفر ۱۴۳۵ھ (۲۱؍۲۲؍دسمبر ۲۰۱۳ء) میں منعقد ہوا۔ جس میں دونوں دِن شرکت کا موقع راقم الحروف کو بھی ملا ——

یہ راقم جامعہ باقیات صالحات اور اس کے بانی شمس العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صاحبؒ کے بارے میں بہت سرسری اور اجمالی سی واقفیت رکھتا تھا۔ اجلاس میں شرکت کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ کافی تفصیل کے ساتھ جامعہ اور اسکے عظیم بانی کے بارے میں جاننے کا موقع ملا۔ اور جامعہ کی خدمات اور اسکے بانی کی عظیم شخصیت سے چونکہ شمالی ہند کے لوگ عام طور پر واقف نہیں ہیں، اس لئے ضروری محسوس ہوا کہ الفرقان کے صفحات میں ان کا تذکرہ کیا جائے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ مختصر سی معلومات پیش خدمت ہیں:

جامعہ کے بانی حضرت مولانا شاہ عبدالوہابؒ کی ولادت ۱۸۳۱ء میں ایک خانوادۂ علم وفضل میں ہوئی تھی، ابھی دو سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے نانا حضرت شاہ محمد امین قادری کا، جو اہل اللہ میں سے تھے، وصال ہو گیا۔ پھر صرف ۳ سال کے بعد ان کے والد ۱۸۳۵ء میں وہ اپنے والد کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے، پہلے باپ پھر شوہر کی جدائیگی سے والدہ کا دل ٹوٹ گیا، مگر جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، شاید یہی پے در پے صدمے آئندہ بہت بڑے خیر کا باعث بن گئے۔ غمزدہ ماں سکونِ قلب کے حصول اور اپنے ٹوٹے ہوئے دل کی تسکین کے لئے اپنے یتیم بچے کو لے کر ایک عظیم صاحبِ دل بزرگ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں —— ایک موقع پر ان بزرگ نے ان سے کہا کہ اس بچے کی حفاظت کرو اور اسے اچھی سے اچھی تعلیم وتربیت دو، امید ہے کہ یہ ایک عالم باعمل بنے گا اور اس کی ذات سے چاروں طرف فیض پھیلے گا —— یہ سن کر ان کی والدہ نے اپنے بچے کو تعلیم وتربیت کے لئے اپنے بھائی حضرت مولانا شاہ محمود شطاری قادری کے حوالے کیا جو صاحبِ نسبت عالمِ دین اور حضرت مولانا شاہ عبداللطیفؒ سے اجازت یافتہ تھے۔ ابھی یہ یتیم بچہ ۱۲ سال کا تھا کہ اسکے سر سے اسکی ماں (فاطمہ بی بی) کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ اور وہ مکمل طور پر اپنے ماموں مولانا شاہ محمود شطاری کی کفالت وتربیت میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے ہونہار اور سعادت مند بھانجے کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھی۔ اپنے مربی اور ماموں ہی کی ہدایت پر اس نوخیز طالب علم نے ویلور کے ایک ممتاز عالم وطبیب مولانا زین العابدین ویلوری کی شاگردی اختیار کی —— یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز حکومت کے زیر سایہ ملک کے طول وعرض اور شمال وجنوب میں عیسائیت زور وشور سے پھیلائی جا رہی تھی۔ مولانا زین العابدین ویلوری نے اپنے نوجوان شاگرد کی استعداد اور حوصلوں کو بھانپ کر ان کو مشورہ دیا کہ وہ شمالی ہند میں کیرانہ جا کر ردعیسائیت کے امام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے استفادہ کریں۔ چنانچہ اس حوصلہ مند نوجوان (مولوی عبدالوہاب) نے ۲۱ سال کی عمر میں طویل اور پر مشقت سفر کر کے کیرانہ حاضر ہو کر اور کئی ماہ وہاں قیام کر کے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے بھرپور استفادہ کیا۔ کیرانہ سے واپس ہو کر پھر مزید ۷ سال مدراس میں رہ کر ایک ممتاز عالم علامہ غلام قادر مدراسی

(متوفی ۱۸۷۶ء) سے علوم کی تکمیل کی۔ اور وہاں سے واپسی کے فوراً بعد اپنے گھر کے وسیع دالان ہی میں مدرسہ کی شروعات فرمائی ـــــ یہی مدرسہ ہے جو اب جامعات الباقیات الصالحات کے نام سے معروف ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فیاضِ ازل نے علم وعمل کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کا بے پناہ جذبہ مولانا عبدالوہاب صاحبؒ کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ چندسال کے بعد ۱۸۷۶ء میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے، اور وہاں پہنچ کر نہ صرف یہ کہ اپنے قدیم استاذ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی سے پھر استفادہ کیا بلکہ امام العارفین سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی رجوع ہوکر بھرپور روحانی استفادہ کیا، یہاں تک کہ حضرت حاجی صاحب نے اپنی اجازت وخلافت بھی انہیں عطا فرمادی۔ اور پھر وہاں سے واپسی کے بعد مولانا عبدالوہاب صاحب مدرسہ باقیات صالحات کی نشأۃ ثانیہ اور توسیع وتجدید کے کام میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ مدرسہ کا پہلا جلسۂ دستار بندی ۱۸۸۸ء میں ان ہی کی زیرصدارت منعقد ہوا تھا، اور اس میں مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے صاحبزادے اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد احمد صاحب کو مدعو کیا گیا ـــ بتایا جاتا ہے کہ اسی اجلاس کی تیاری اور اکابر اہل علم کو مدعو کرنے یا ان سے دعا کرانے کے مقصد سے حضرت مولانا عبدالوہاب صاحبؒ نے شمالی ہند کا جو سفر کیا تھا، اسی کے دوران وہ حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے ـــ اور انہوں نے بھی اسی ملاقات میں، ان کی شخصیت کو پہچان کر انہیں اپنے سلسلے میں بھی اجازت وخلافت عطا کی تھی ـــ اسی طرح انہیں قطبِ ویلور حضرت مولانا سید عبداللطیف قادریؒ کے علاوہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا فضلِ رحمان گنج مرادآبادی سے بھی روحانی فیض ملا تھا ـــ کیسا اچھا نصیب تھا اُن کا!!

اپنے سراپا اخلاص بانی کی ان عظیم نسبتوں اور وقت کے اکثر ائمہ رُشد وہدایت کی توجہات اور دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ ڈیڑھ سوسال گزرنے کے بعد بھی یہ ادارہ کامل یکسوئی اور خاموشی کے ساتھ علم ودین کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔

دسمبر کے مہینے میں منعقد ہونے والے عظیم الشان اجلاس میں منتظمین اجلاس نے اہل علم وفضل کی جو کہکشاں سجادی تھی، اس سے اس ادارے کے معتدل مسلک اور وقت کے اہل علم کی قدرواحترام کی دیرینہ روایات کی بھی بھرپور ترجمانی ہورہی تھی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے نسبی ونسبتی تعلق کے حامل محترم مولانا ماجد مسعود حشم عثمانی (مہتمم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ) حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور، محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، بانی وناظم

المعہد العالی حیدرآباد وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، رئیس مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ اور جامعۃ الباقیات الصالحات کے ممتاز فضلاء نیز تامل ناڈو اور کیرالہ کے ممتاز اہل علم وفضل یہ سب حضرات تھے جن کے پرمغز خطابات سے شرکاء اجلاس نے بھرپور استفادہ کیا —— مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء اور صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، اپنی علالت کی بناء پر شریک نہ ہوسکے، تاہم ان کا محبت بھرا پیغام اردو اور عربی دونوں زبانوں میں شرکاء اجلاس نے بڑی اہمیت کے ساتھ سنا۔

اجلاس کے بارے میں خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس نے مسلمانان ہند کو باہمی اختلافات اور گروہ بندیوں سے اوپر اٹھ کر اتحاد ورواداری کا، اور باہم احترام اور محبت کے جذبات کو فروغ دینے کا پیغام نہایت اہتمام سے دیا۔ اجلاس کے مختلف مقررین نے جس پہلو پر زور دیا وہ یہ تھا کہ ہمیں اپنی توانائی آپس میں ضائع کرنے کے بجائے ملکی اور عالمی سطح پر اسلام اور امت مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کے مقابلے اور ملکی وانسانی برادری تک اپنے قول وعمل سے اسلام کے پیغام امن وانصاف کو پہونچانے میں لگانی چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کی ہمت افزائی ہرگز نہیں کرنی چاہئے جو غیر ضروری بحثیں چھیڑ کر باہم تفرقہ وانتشار کی آگ بھڑکانا چاہ رہے ہیں —— دو دن تک اردو، عربی، تامل اور ملیالم چار زبانوں میں جس طرح یہ پیغام گونجتا رہا اور جسے ہزار ہا ہزار شرکاء اجلاس نے، جن میں غالب اکثریت علماء وخواص کی تھی، نہایت سنجیدگی اور توجہ سے سنا، اس سے امید بندھتی ہے کہ یہ پیغام دور دور تک پہنچے گا، اور ملت کی ترجیحات اور کوششوں کو صحیح رخ پر رکھنے میں بہت معاون ثابت ہوگا۔

اجلاس میں مہمانوں کی سہولت وراحت کے جو انتظامات کئے گئے اور عام نظم ونسق میں جو سلیقہ نظر آیا، اس نے سب ہی آنے والوں کے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے۔ وہ تمام عمائدین اور اہل خیر حضرات جنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس اجلاس کے سلسلہ میں جو بھی اخراجات ہوں گے ان کا انتظام وہ خود کریں گے اور مدرسہ کی مالیات پر اس کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا وہ، اور مختلف خدمتوں پر مامور رضاکاران جنہوں نے نہایت سلیقے اور سعادت مندی کے ساتھ مفوضہ خدمات انجام دیں، بلاشبہ دلی مبارکباد کے مستحق ہیں —— خاص طور پر مہتمم وناظر جامعہ محترم مولانا مفتی عثمان محی الدین صاحب اور نائب مہتمم محترم مولانا مفتی شکیل احمد صاحب (خلیفہ ومجاز حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم) کے نام مجھے اس وقت یاد آرہے ہیں۔

یہ عاجز اس اجلاس کے انعقاد کے اصل محرک ممتاز صاحبِ خیر جناب ملک محمد ہاشم صاحب، سکریٹری جامعہ باقیات صالحات، ان کے پورے خاندان کو جو مہمانوں کی خدمت میں شب وروز متحرک نظر آرہا تھا، اور ان کے رفقاء جناب کے، محمد انور صاحب صدر جامعہ اور جناب ضیاء الدین صاحب، میل وشارم کو خاص طور پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی مساعی کو قبول فرمائے اور سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

''بام سیف'' کا تیسواں سالانہ اجلاس لکھنؤ

انگریز جب ہندوستان سے رخصت ہوئے تو اس اطمینان کے بعد ہی رخصت ہوئے کہ اب اس ملک کا حکمراں طبقہ وہ برہمن ہوگا جو ان کے مفادات کا تحفظ کرتا رہے گا۔ چنانچہ یہ ایک نا قابل انکار سچائی ہے کہ نام نہاد آزادی کے بعد سے آج تک حکمراں طبقہ برہمن ہی ہے ۔مقننہ ہو یا انتظامیہ ،عدلیہ ہو یا صحافت،سب پر برہمنوں ہی کا راج ہے —— اس صورت حال میں جوہری تبدیلی لانے کی کوششیں بھی ہمارے ملک میں مظلوم ومحکوم طبقے کی طرف سے وقتاً فوقتاً کی جاتی رہی ہیں جو ابھی تک اپنی منزل سے دور ہیں —— اسی مقصد کے تحت ایک منظم جدو جہد کے مقصد سے بام سیف (BAMCEF) نامی ایک تنظیم آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے قائم کی گئی تھی —— اس تنظیم نے گزشتہ ۱۵ سال کے عرصہ میں خصوصاً پسماندہ طبقے کے لوگوں میں کافی اثر ورسوخ حاصل کرلیا ہے۔گزشتہ سال اس تنظیم کے سالانہ اجلاس میں جو مالدہ (بنگال) میں منعقد ہوا تھا، یہ راقم الحروف شریک ہوا تھا اور اِس سال کے اجلاس میں بھی جو لکھنؤ میں منعقد ہوا، شرکت کا موقع ملا—— جماعت اسلامی اور مسلم مجلس مشاورت کے بھی نمائندہ حضرات اِس اجلاس میں شریک تھے کچھ اور علماء بھی تھے ۔اور کچھ علماء کرام تو کافی عرصہ سے اس تحریک سے وابستہ ہیں —— اجلاس کا افتتاح محترم مولانا سید محمود مدنی سے کروایا گیا۔ جو اپنی ذاتی حیثیت سے اس اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔

اس قسم کے اجلاسوں میں شریک ہوکر یہ احساس تازہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے اجتماعی مسائل کے لئے بڑے بڑے وقتی جلسے تو کرلیتے ہیں ۔ یا کسی مصیبت کے موقع پر ریلیف کا کام کرلیتے ہیں ،مگر ہم کسی منصوبہ بند مستقل جدو جہد کے لئے کارکن اور کیڈر تیار نہیں کرتے ،اور یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے ہماری کمزوری ومحتاجی کی۔

بام سیف کی موجودہ قیادت اس بات پر بہت زور دے رہی ہے کہ مسلمان اس ملک کے مسائل کی اصل جڑ بنیاد کو سمجھیں اور تمام مظلوم طبقات کے ساتھ مل کر نہ صرف حصولِ انصاف بلکہ قیام انصاف کی جدوجہد کریں —— اس تحریک کے چھوٹے بڑے کارکنوں کی اپنے مقصد سے لگن ،اور اسکے لئے جان ومال کی قربانیاں پیش کرنے کا جذبہ ،اپنی قیادت پر بھر پور اعتماد ، ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تربیت یافتہ اور سرگرم عمل کارکنوں کا جوشِ عمل اور اسکی قیادت کے افکار وخیالات اور مقاصد یہ سب پہلو ہیں جو ملک وملت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے متعدد اہل علم ونظر کی توجہ اس تحریک کی طرف مرکوز کررہے ہیں —— لکھنؤ کے حالیہ اجلاس نے اس سلسلے میں توقعات اور پیش رفت میں اضافہ کیا ہے —— امید ہے کہ آنے والے دنوں میں اس موضوع پر مزید غور وفکر ہوگا ، نیز توقع کی جاسکتی ہے کہ ملک کے مظلوم طبقات کو باہم

اشتراک واعتماد کے ساتھ جدوجہد کی ایک ایسی راہ مل جائے گی جس کی عرصہ سے تلاش تھی۔

ملک کے سیاسی افق پر ایک نئے ستارے کا طلوع:

ماہ دسمبر ۲۰۱۳ء کے پہلے عشرے میں پانچ صوبوں کے ریاستی انتخابات کے نتائج آئے، مدھیہ پردیش میں اور چھتیس گڑھ میں جہاں پہلے سے بی۔جے۔پی برسراقتدار تھی اسی نے جیت حاصل کی، راجستھان میں بی۔جے۔پی سب سے بڑی پارٹی بن کے ابھری مگر سب سے زیادہ (۳۲) سیٹیں حاصل کر لینے کے باوجود اکثریت حاصل نہ کر سکی۔ کانگریس کا صفایا ہو گیا صرف ۸ سیٹیں اس کی جھولی میں آئیں —— اور پہلی مرتبہ الیکشن کے میدان میں اترنے والی ''عام آدمی پارٹی'' ۲۸ سیٹیں لینے میں کامیاب ہوگئی، اور بالآخر کانگریس کی حمایت سے اسی نے حکومت بھی بنالی —— اوراس کے بعد وہی میڈیا جو مودی اور بی۔جے۔پی کی لہر بنانے میں زوروشور سے لگا تھا، اچانک اس نئی پارٹی ''آپ'' اور اس کے لیڈر اروند کجریوال کو ملک کے مقبول ترین لیڈر اور کروڑوں عوام کی امیدوں کے مرکز کے طور پر پیش کرنے میں لگ گیا، اور تادمِ تحریر لگا ہوا ہے —— اور جس طرح ملک خصوصاً بڑے شہروں کا ''عام آدمی'' خاص کر نوجوان طبقہ ملک کے حالات میں زبردست تبدیلیوں کی امید کے ساتھ اِس نئی پارٹی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اس سے یہ بات تو بالکل صاف ظاہر ہے کہ وہ روایتی نیتاؤں اور پرانے سیاسی ڈھانچے سے اور اس کے زیرسایہ پھلنے پھولنے والے بدعنوانی اور لوٹ کھسوٹ کے کلچر سے تنگ آ گیا ہے۔۔۔ مگر کیا اس کی امیدیں پوری ہوں گی؟ یا کچھ عرصہ بعد بلکہ شاید جلد ہی ایک بار پھر اس کی آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی؟ اس سوال کا جواب یقینی طور پر ابھی دینا آسان نہیں ہے ——

تاہم اس اصولی حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ ایمانداری، جذبۂ خدمت، انصاف اور بدانتظامی کی دوہائی اقتدار کی کرسیوں سے دور رہ کر دینا جتنا آسان ہے اتنا آسان حکومت واقتدار پر قابض ہو کر لمبی مدت تک ان اصولوں کو برت کر دکھانا نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جب کہ اقتدار کی کرسیوں پر وہ لوگ اچانک آجائیں جن کی کسی بڑے مقصد کے لئے کوئی تربیت نہیں ہوئی ہے۔ اور پورا سماج مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو۔

ملک کے سیاسی منظرنامے پر گہری نظر رکھنے والے لوگ یہ جانتے ہیں کہ بہت عرصہ سے ایک بہت اہم مطالبہ بیک ورڈ (پسماندہ) طبقات کی طرف سے یہ کیا جاتا رہا ہے کہ ان کی مردم شماری ان کی ذات کی

بنیاد پر کی جائے ،یعنی ان کو صرف ''ہندو'' قرار دے کر مردم شماری کے ریکارڈ میں ان کا اندراج نہ کیا جائے ، بلکہ ان کی ایک الگ شناخت کو، ان کی ذات کو بنیاد قرار دے کر، قانونی شکل دی جائے —— اس مطالبے کے ملک کے سماجی اور سیاسی نقشے پر جو دوررس اثرات پڑ سکتے ہیں ان کو وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں، اور وہ لوگ بھی جانتے ہیں جو اس کے سخت خلاف ہیں اور ہر موقع پر کسی نہ کسی بہانے سے اس کو ٹالتے چلے آ رہے ہیں ۔ یاد رہے کہ جواہر لال نہرو کے دور سے آج تک تمام حکومتیں اسی روش پر قائم رہی ہیں —— ۲۰۱۱ء میں یہ مطالبہ پھر زور پکڑ گیا تھا اور اس وقت اسکی ضرورت پڑی تھی کہ کسی ایسے ایشو کو کھڑا کیا جائے جو میڈیا کی مدد سے پورے ملک کی توجہ کو اپنی طرف مرکوز کر لے اور یہ مسئلہ پس پشت چلا جائے ۔اسی وقت انّا ہزارے کو سامنے لایا گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک گمنام اور بظاہر سیدھا سادہ انسان ملک کے کروڑوں عوام کی توجہ اور امیدوں کا مرکز بنا دیا گیا —— اور جو لوگ ان دنوں انّا کی تحریک کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگرچہ چہرہ اور نام سامنے انا ہزارے کا تھا، تاہم تحریک کی اصل قیادت اور کمانڈ و کنٹرول جس شخص کے ہاتھ میں تھی اُس کا نام تھا ''اروند کجریوال''۔

اس موقع پر یہ بھی یاد دلانا مناسب ہوگا کہ جب وزیر اعظم وی۔ پی سنگھ کے دور حکومت میں منڈل کمیشن کی سفارشات کو نافذ کر کے ملازمتوں میں پسماندہ طبقات کو ریزرویشن دیا گیا تھا ،اور پورے ملک کے برہمن اس کے خلاف مجسم احتجاج بن گئے تھے اس وقت یہی اروند کجریوال تھے جنھوں نے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک تحریک Youth for Equality ''نوجوان برائے مساوات'' کے نام سے چلائی تھی ——

افسوس ہے کہ ہم مسلمان اپنے ملک کی سیاست کے اصل محور کو نہیں جانتے اور اس لئے بسا اوقات معاملات کی اصل حقیقت کو نہیں سمجھ پاتے ۔اور برہمنیت بار بار نت نئے جالوں کے ذریعہ اپنے تسلط کو باقی رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

یہ اور اس طرح کی اور بھی چیزیں ہیں، جن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دراصل یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسکے پیچھے کانگریس ہے جو بظاہر خود سامنے آ کر مودی سے ٹکر لینا مناسب نہیں سمجھتی اور اسے یہ بھی اصرار ہے کہ برہمنی نظام کے تحفظ کی ذمے داری ۱ وہی ہے اور یہ خدمت ابھی اسی کو انجام دینی ہے ۔اور ہو سکتا ہے کہ اسکی یہ چال اس حد تک کامیاب ہو جائے کہ مودی کی طرف لپکنے والا نوجوان ووٹر کسی اور طرف مڑ جائے —— اور پھر جس طرح کانگریس نے دہلی میں حکومت سازی کے سلسلے میں ''عام آدمی پارٹی'' کی مدد کی ہے، اسی طرح وہ پارلیمانی

انتخابات کے بعد مرکز میں کانگریس کی مدد کردے۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ وہ جب تک دوسروں ہی سے امیدیں لگائے رہیں گے، اور خود ایک طاقت نہیں بنیں گے، ان کی حالت میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ اور خود ایک طاقت بننے کے لئے اخلاص، تدبر، منصوبہ بندی اور سخت محنت درکار ہے —— وقتی جلسوں، اور نعروں سے، اور اِس سے اُس سے بھیک مانگتے رہنے سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے ——

سرِ دست اتنا ہی عرج کیا جاسکتا ہے کہ اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانانِ ہند میں خلوص اور دیانت داری کے ساتھ سماجی بیداری اور سیاسی شعور پیدا کرنے اور انہیں ایک سمجھ دار اور منظم طاقت بنانے کا کام اور آگے بڑھے —— دیگر مظلوم طبقات کے ساتھ گفت وشنید کا سلسلہ بھی اسی کوشش کا ایک حصہ ہے —— خدا کرے کہ یہ کوششیں بارآور ثابت ہوں۔ یہ ایک لمبی اور صبر آزما جدوجہد ہے —— اللہ ہم سب کو صحیح راہ دکھائے، اور ہمت واستقامت کے ساتھ اس پر چلنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون؟

آپ نے یہ افسوسناک خبر پڑھ لی ہوگی کہ اِس سال ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۳ء اور یکم جنوری ۲۰۱۴ء کی درمیانی رات میں نئے سال کی آمد پر روشنی وسجاوٹ، آتش بازی اور دیگر تفریحات پر مشتمل سب سے زیادہ ''شاندار'' جشن اُس دبئی میں منایا گیا جو اُس ''جزیرۃ العرب'' کا حصہ ہے۔ جسے چاروں طرف سے اندرونی وبیرونی دشمنوں نے گھیر رکھا ہے، اور جس کے پڑوس میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے؛ صرف شام میں صرف گزشتہ دوڈھائی سال میں دولاکھ مسلمان شہید ہوچکے ہیں، اور لاکھوں بے گھر ہوچکے ہیں، اور وہاں کی اکثر مسلم آبادی ایسے سخت بھکمری کے حالات میں ہے کہ وہاں کے علماء نے کتّے، گدھے اور مردار کا گوشت تک ان کے لئے ''جائز'' قرار دے دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ ایسے حالات میں اوران عربوں کی یہ عیّاشی! کیا اب انہیں ہلاکت وبربادی سے کوئی بچا پائے گا؟؟؟

کہا اقبال نے شیخِ حرم سے — تہِ محراب مسجد سو گیا کون؟
ندا مسجد کی دیواروں سے آئی — فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون؟

❁❁❁

محفل (۱۳۴) سورۃ المائدۃ (۱۲)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ

جو لوگ اسلام اور اہلِ اسلام سے عناد رکھتے ہوں اُن سے دوستی شیوۂ ایمان نہیں

منافقوں کی یہود دوستی کے خلاف مسلمانوں کو آگاہی اور اللہ و رسول و مومنین کو اصل دوست جاننے کی تلقین

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ
نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ
فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ
دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾
وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ۝۵۷ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۝۵۸ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۝۵۹ قُلْ هَلْ
اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۝۶۰ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ۝۶۱ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ۝۶۲ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝۶۳

ترجمہ

اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ دوست آپس میں ہیں ایک دوسرے کے۔ اور جو کوئی تم میں ان کو دوست بنائے سو بس وہ انہی میں سے ہوا۔ اللہ بے شک ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا (۵۱) اسی لئے تم ان کو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے دیکھتے ہو کہ اُنہی میں شامل ہونے کو یہ کہتے ہوئے سرگرم ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کوئی مصیبت نہ ہم پہ آ پڑے۔ لیکن کیا عجب کہ اللہ فتح (تمھیں) بخشدے یا کوئی اور بات اپنی طرف سے دکھادے۔ اور پھر جو کچھ یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس پر پچھتائیں (۵۲) اور وہ کہ جو ایمان والے ہیں (اِن کا نفاق کُھل جانے پر) کہیں کہ اچھا یہ وہی لوگ ہیں جو زور شور سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ وہ تمھارے ساتھ ہیں! اکارت گئے ان کے عمل اور ٹھیرے نامراد (۵۳)

اور جو کوئی اے ایمان والو تم میں سے پھرتا ہے اپنے دین سے تو (پھرا کرے، کہ) اللہ جلد ہی ایسے لوگ (ان کی جگہ) لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ نرم وہ اہلِ ایمان کے لئے ہوں گے اور سخت کافروں کے لئے۔ جہاد اللہ کی راہ میں کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ (اس راہ میں) نہ کریں گے۔ یہ دین ہے اللہ کی جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے (۵۴) تمھارا دوست تو بس اللہ

اوراس کا رسول ہے اور ایمان والے جونماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے اور فروتنی اختیار کرتے ہیں۔اور جوکوئی اللہ ورسول سے دوستی رکھتا ہےتو (یقین رکھے کہ) اللہ کے گروہ ہی کو غالب ہوکر رہنا ہے(۵۶)

اے ایمان والواُن لوگوں کو کہ جنھوں نے تمھارے دین کومضحکہ اور ہنسی ٹھٹا بنایا ہوا ہے دوست نہ بناؤ، اُن میں سے بھی کہ جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور کافروں میں سے بھی۔اور اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو(۵۷)تم جب نماز کے لئے اذان پکارتے ہوتو یہ اس کا ہنسی کھیل بناتے ہیں۔یہ اس لئے کہ یہ عقل نہیں رکھتے (۵۸) کہو کہ اے اہلِ کتاب تمھیں اس کے سوا اورکس بات کا غصہ ہم پر ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور جو کچھ ہمارے اوپر نازل کیا گیا اس پر اور جو کچھ اس سے پہلے نازل کیا گیا اس پر۔اور بات یہ ہے کہ تم میں کے اکثر نافرمان ہیں(۵۹) کہو کہ کیا میں تمھیں عنداللہ انجام کے اعتبار سے اس سے بدتر لوگوں کی خبر نہ دوں؟ وہ کہ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر اس کا غضب ہوا ہے اور جن میں سے بندروخنزیر اس نے بنادئے۔اور شیطان کی بندگی انھوں نے اختیار کی۔یہ ہیں جو بدتر مقام والے ہیں اور راہِ راست سے بہت دور(۶۰)

اور یہ جب تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں،حالانکہ وہ کفر لئے ہوئے آئے تھے اوراسی کو لئے ہوئے واپس نکل گئے۔اور اللہ کوخوب اس کی خبر ہے جووہ چھپاتے ہیں(۶۱)اورتم (اے نبی) ان میں بڑی کثرت سے وہ لوگ دیکھوگے جوبہت تیز رو ہیں گناہ گاری اور ظلم کاری اور حرام خوری میں ۔کیا ہی برے ان لوگوں کے کرتوت ہیں(۶۲) کیوں نہیں ان کے مشائخ اور علماء ان کو روکتے گناہ کی باتیں کرنے اور حرام کھانے سے،کیا شبہ بہت بُرا ہے جو یہ کررہے ہیں۔(۶۳)

ربطِ کلام

اوپر کی آیتوں کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہود کی ان فتنہ انگیز کوششوں کے خلاف آگاہی کا تھا جن میں وہ کتابِ الٰہی کے حکیمانہ ومنصفانہ قوانین کے برخلاف فیصلے آپؐ سے کرالینے کے لئے لگے ہوئے تھے۔اوراس معاملے میں منافقین ان کا خاص آلۂ کار تھے۔اب اِن آیتوں میں عام مسلمانوں کوان لوگوں کی دوستی کے خلاف آگاہی مقصودنظرآرہی ہے۔

یہود کے ساتھ نصاریٰ کا اضافہ

یہاں اس ہدایت و آگاہی میں یہود کے ساتھ نصاریٰ کو بھی شامل کیا گیا ہے، جس کا سبب آیت کے ان الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ: بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں) پس اگر ایک کی دوستی خطرناک ہے تو دوسرے کی دوستی بھی خطرہ سے خالی نہیں سمجھی جاسکتی۔ یہ الفاظ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ یہ کوئی ایسا خاص پُرخطر وقت ہے جس میں ذرا سا بھی خطرہ نہیں مول لیا جاسکتا۔ اور آگے کی آیات اس وقت کا پتہ بھی دے رہی ہیں کہ یہ کفر و اسلام کی کشمکش کا وہ وقت تھا جب بظاہرِ اسباب کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون غالب ہوگا۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ ''کیا بعید کہ اللہ فتح نصیب کردے۔۔۔'' ایسے میں احتیاط کی آنکھ کو دور دور تک دیکھنا ہوتا ہے۔ نصاریٰ اس دَور میں کوئی خاص مسئلہ نہ سہی، لیکن اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں تھے تو وہ یہود ہی کے ہم مسلک، نیز مذہبی رشتہ دار بھی۔ پس اسلام کو زک پہنچانے میں وہ ایک دوسرے سے ہاتھ ملا سکتے تھے۔ موقع کی اس نزاکت کے پیشِ نظر معاملہ کی سنگینی ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (اور اس کے خلاف ورزی کر کے ان سے دوستی کرنے والا انھیں میں شمار ہوگا)

دوستی کا مطلب

لیکن اس ''دوستی'' نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ قطعی بے گانگی اختیار کی جائے، پیچھے بار بار گزر چکا ہے کہ مدینہ میں قبائلِ یہود اور اوس وخزرج کے عربی قبیلے صدیوں سے ساتھ ساتھ رہتے آئے تھے۔ اور ناگزیر طور پر باہمی روابط تھے، بلکہ اسلام نے تو انھیں اور بڑھانے کی کوشش کی تھی، پس یکسر بے تعلقی تو ممکن نہ تھی، البتہ ایسے تعلق کی بہرحال گنجائش ان لوگوں کے رویہ کی وجہ سے نہیں رہ گئی تھی جس میں مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کی نوعیت ہو۔ اور یہی درجۂ تعلق ہے جس کیلئے عربی میں ولایت کا لفظ اور اس سے ولی اور اَولیاء آتا ہے۔ اسی کی ممانعت فرمائی جارہی ہے۔ اور آدمی کے ایمان و اسلام کا تقاضہ اس معاملہ میں بدیہی طور پر یہی ہونا چاہئے۔ لیکن جن نام نہاد 'مسلمانوں' کے دلوں میں اسلام کے لئے سچائی نہیں ہوتی وہ اتنی موٹی بات کی سمجھ سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ اسی کو فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اللہ کی سنت نہیں کہ ظالموں پر راہِ ہدایت کھلے)

منافقوں کی سوچ

اور یہود و نصاریٰ سے ''تولیٰ اور ولایت'' کے خلاف آگاہی کا یہ بیان دراصل آیا ہی ہے اسلامی صفوں میں پائے جانے والے ایسے لوگوں کی بنا پر۔ اور انھی کے اس حال کا تذکرہ اگلی آیت: فَتَرَى

اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ۔۔۔۔سے شروع ہورہا ہے کہ اسلامی صفوں میں شامل وہ لوگ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے ان کا حال اسلامی دعوے کے باوجود یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ موجودہ حالات میں کسی پرانے تعلق کی نوعیت پر نظرِ ثانی ہو، یہ اور بڑی تیزی سے بڑھ کر بالکل ان کی صفوں کا جز بنتے جارہے ہیں۔ اور ایسے کُھلے عام جارہے ہیں کہ اس کے لئے عذر میں کہتے ہیں نَخْشٰیٓ اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ۔۔۔۔(ہمیں ڈر ہے کہ کل کلاں کسی گردشِ زمانہ کا شکار ہم ہو جائیں) تو ان نام نہاد مسلمانوں کے لئے یہ گویا ایک لائف انشورنس پالیسی تھی کہ ان دشمنانِ خدا ورسول سے گہری بنا کے رکھیں گے تو زمانہ کے اُلٹ پھیر کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں گے۔ اور یہ گردشِ زمانہ (دائرہ) جس کا خوف انھیں لاحق ہورہا تھا، وہ وہی مکہ والوں سے چلتی ہوئی کشمکش کے فیصلہ کا مسئلہ تھا کہ یہ اگر کُفّار کے حق میں ہوگیا تو کیا بنے گا، جبکہ یہاں پڑوسیوں سے بھی ہماری بنی ہوئی نہ ہوگی؟ پھر تو ہمیں دوطرفہ مار پڑے گی۔ یہ ان کی سوچ تھی۔

آگے ان لوگوں کے کان کھولنے کے لئے اور عام مسلمانوں کی امیدِ فتح کو توانا تر کرنے کے لئے فرمایا فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ۔۔۔"(یہ جانتے نہیں کہ فتح وشکست کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ تو عین ممکن ہے کہ اللہ (جلد ہی) فتحِ کامل کی صورت پیدا فرما دے یا غیبی انداز کی کوئی اور ایسی بات رونما کردے کہ یہ جو دشمنوں سے امیدوں لگائے ہوئے تھے اس پر خود بھی شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہیں، اور جو دوغلہ پن ان کا صاف ظاہر ہو پڑے تو ان کی اندرونی حقیقت ہر مسلمان پر کھل جائے۔ اور یہ تو دنیوی خسارہ ہوا۔ رہی آخرت، تو ان کا سب کیا دھرا غارت ہوگا۔ اور بجز خسارہ کے کچھ وہاں ہاتھ نہ آئے گا۔

کوئی مرتد ہوتا ہے تو ہو جائے، اللہ کو لشکروں کی کمی نہیں!

اسلامی جمعیت کو درپیش ایسے سخت حالات میں کچھ مسلمان کہلانے والوں کا مذکورہ بالا رویہ صاف بتا رہا ہے کہ وہ بالکل اسلام اور کفر کی بیچ کی لکیر پر جا کھڑے ہوئے ہیں کہ اگر بازی کفر کے حق میں جاتی ہوئی دیکھیں تو بے تامّل اس کی گود میں جا پڑیں۔ اللہ غنی کو کیا پرواہ ایسوں کی پرواہ ہوسکتی ہے۔ فرمایا ایمان والو، سن رکھو کہ تم میں سے کچھ لوگ اگر اپنے دین سے پھرے تو اللہ کا اس سے کچھ بگڑنے والا نہیں، وہ ان کی جگہ جلد ہی ایسی قوم کھڑی کردے گا کہ اللہ ان سے محبت فرمائے گا اور وہ اس سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔ نرم اور متواضع ہوں گے مؤمنین کے حق میں اور سخت ہوں گے کافروں کے باب میں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں ہمہ تن مستعد اور لوگوں کے کچھ کہنے سننے سے مطلق بے پرواہ۔ یعنی ان منافقوں کے بالکل برعکس۔

اور اللہ کے اس قول میں کیا مبالغہ؟ اسی نے تو بے سان وگمان مدینہ کے انصار اپنے رسول کی مدد کو اس وقت کھڑے کردئے تھے جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا تھا۔ اور کفارِ مکہ سمجھ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہم نے کوئی مستقبل نہیں چھوڑا ہے۔ لیکن یہاں تو بحمد اللہ وہ صورتِ حال بھی نہیں تھی کہ کسی دوسری قوم کی فی الواقع ضرورت بھی ہو۔ یہاں تو مسلمان اپنی غالب اکثریت میں مؤمنینِ صادق اور راہِ خدا میں اپنی جانوں کا سودا کئے ہوئے تھے۔ یہ بس اللہ کی بے نیازی اور اس کی قدرتِ کاملہ کا اسی طرح کا اظہار اور منافقوں کی روش کے اثرات کی پیش بندی بظاہر تھی جیسے سورۂ محمد کی آخری آیت "وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ (اگر تم روگردانی کرتے ہو تو وہ بدلے میں اور دوسرے لوگ لے آئے گا جو تمھاری طرح نہ ہوں گے) اور اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ ناسازگار سے ناسازگار حالات میں بھی اس کی راہ میں مرمٹنے والوں کی کمی کبھی نہیں رہی۔ اور (ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾) یہ ایمانی صفات جن کا حوالہ اہلِ ایمان کے سلسلہ میں دیا گیا یہ بس اللہ کی دَین اور اس کا کرم ہیں، وہ اپنے علم سے جس کو اس عطا کے لائق پاتا ہے اپنے وسیع دامنِ کرم میں اسے جگہ عطا فرماتا ہے۔

مؤمن کے دوست اللہ، رسول اور اہلِ ایمان ہیں

پانچویں آیت میں ارشاد ہوا: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ---۔ (تمہارے دوست تو بس اللہ، اس کا رسول اور اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اپنے آپ کو جھکا ہوا رکھ کر)۔ اوپر یہود ونصاریٰ کو دوست رکھنے کی ممانعت آئی اب دوستی کا اصل محل بتایا جارہا ہے کہ وہ اللہ ہے اس کا رسول ہے اور وہ اہلِ ایمان جو نماز وزکوٰۃ کے پابند اور فروتنی کی صفت رکھنے والے، اللہ کے حضور جھک کر رہنے والے ہیں۔ مؤمنین کی یہ صفات منافقانہ طور پر "اہلِ ایمان" بننے والوں سے امتیاز کا فائدہ دے رہی ہیں۔ نماز منافقوں کو بھی پڑھنا ہی پڑتی تھی، مگر یہ وہ معیاری نماز نہ ہوتی تھی جسے قرآن نماز قائم کرنا کہتا ہے، بلکہ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ --۔ (النسآء: ۱۴۲) (جب نماز کو اُٹھتے ہیں تو بڑے کسل سے، بس لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں) کا مصداق۔ اور زکوٰۃ تو پھر جس مصیبت سے بھی نہ دیتے ہوں۔ رہی اللہ کے حضور فروتنی کی کیفیت، اس کا نفاق کے ساتھ بھلا کیا گزر؟ اور یہ ہے اگرچہ باطن کی کیفیت مگر چہرہ پر اثر لائے بغیر نہیں رہتی۔ سورۃ الفتح میں اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں

آیا ہے سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (ان کی نشانی چمک رہی ہوتی ہے ان کے چہروں میں، یعنی سجدوں کے اثار) ؎

اللہ کی دوستی والے حزب اللہ ہیں اور وہی غالب ہوں گے

دوستی کا اصلی محل بتا کر فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴿۵۶﴾ (اور جو کوئی اللہ اس کے رسول اور مؤمنین کو دوست رکھے تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہوا اور) اللہ کی جماعت ہی بے شک غالب رہنے والی ہے۔) یہ اللہ کی لکھی سچائی ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ مگر ہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس اصلی حزب اللہ کو (جس کی قیادت خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے اور جس کے ارکان ''رضی اللہ عنہم'' کے مرتبہ پر فائز آپ کے اصحابِ تھے) کتنا عرصہ اس غلبہ کی منزل تک پہنچنے میں لگا تھا اور کن کن مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا۔ خاص طور سے اُحد کا واقعہ یاد کرلینا چاہئے جو ان آیتوں کے نزول سے پہلے پیش آچکا تھا۔ الغرض فرمایا گیا کہ کشمکش کتنی بھی طویل ہوجائے، غلبہ محمد رسول اللہ کی جماعت ہی کے لئے لکھا ہوا ہے۔ تحفظ اور حفظ و امان کی فکر اگر کسی پر غالب ہے تو اس کی ضمانت بھی اسی سے وابستگی اور وفاداری میں ہے۔

جو تمھارے دین کا مذاق بنائیں بھلا ان سے یارانہ؟

یہاں تک جو کچھ فرمایا گیا وہ یہود و نصاریٰ کے کیمپ کی طرف منافقین کی دوڑ کے سلسلہ کی اس خام خیالی پر ضرب تھی کہ اس میں آئندہ کے ممکن خطرات سے تحفظ ہے۔ اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ ان کی خوف زدگی کی چھوت کہیں کچھ کچے درجے کے مسلمانوں کو نہ لگ جائے۔ ورنہ ان کے ناپاک وجود سے تو اللہ کو کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ آگے رُخ بالکل صاف طور مسلمانوں ہی کی طرف ہو گیا ہے جس میں ان کی غیرت و حمیت کی رگ چھیڑتے ہوے فرمایا گیا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا۔۔۔ (اے ایمان والو اپنے سے پہلے کتاب والوں اور کافروں کو دوست نہ بناؤ جو تمھارے دین کا مذاق بناتے ہیں۔ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔) آگے اس مضحکہ خیزی کی تفصیل ہے

؎ اس پانچویں آیت کے سلسلہ میں ایک روایت بہت مشہور ہے کہ اس میں حضرت علیؓ کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو یوں ہوا کہ آپ حالتِ نماز میں رکوع کئے ہوئے تھے کہ کوئی سائل گزرا آپ نے اسی حالت میں اپنی انگوٹھی کی طرف اشارہ سے اسے متوجہ کیا اور انگوٹھی نذر کردی۔ شیعہ حضرات کے یہاں تو یہ روایت فضائلِ علیؓ میں قطعیت کا درجہ رکھتی ہے۔ پر اس پر اور کچھ نہ کہتے ہوئے بس ابن کثیرؒ کی یہ بات نقل کردینی کافی ہے کہ پھر تو حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینا ہی افضل ٹھیرتا۔ مگر کم از کم ہمارے یہاں تو کسی مفتی کا فتویٰ یہ ہے نہیں۔

کہ تم نماز کے لئے اذان پکارتے ہو تو اس پر انھیں تمسخر سوجھتا ہے۔ اور فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۔ ان کی اس حرکت سے سوائے اس کے کیا نتیجہ نکلتا ہے ہے کہ تعصب نے ان کی عقل سلب کر لی ہے۔ ورنہ سوچتے کہ یہ تو بس اللہ کی کبریائی کا اعلان اور اس کی طرف بلاوا ہے۔

یہ اسلام کا مذاق بنانے والے اپنا منہ آئینہ میں دیکھیں!

آگے ان کی بے عقلی، بلکہ بدعقلی، کو الم نشرح کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوتا ہے: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ۔۔۔ (کہو کہ اے اہلِ کتاب، تم جو یہ حرکتیں ہمارے باب میں روا رکھتے ہو تو ہمارا قصور اس کے سوا کیا ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، جو اس نے ہم پر نازل کیا اس کو مانتے ہیں، اور جو اس سے پہلے نازل فرمایا اس کو مانتے ہیں۔ بات سیدھی یہ ہے کہ تم بالعموم بے دینی اختیار کئے ہوئے ہو (وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾) مزید حکم ہوتا ہے قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ ۔۔۔ اور کہو کہ ہماری جو بات تمھیں اس قدر ناگوار ہے کیا اس کے مقابلہ میں وہ بات میں تمھیں بتاؤں جس کے کرنے والے اللہ کے یہاں اپنے انجام کے اعتبار سے بدترین حال والے ہیں۔ یعنی وہ جن پر اللہ نے لعنت کی ہوئی ہے، جن پر اس کا غضب نازل ہوا اور جن میں سے کچھ کو بندر اور کچھ کو خنزیر اس نے بنا دیا اور جو شیطان کے پجاری ہوئے۔ یہ ہیں جو بدتر مقام والے اور راہِ راست سے دور تر ہیں۔'' یہ نام لئے بغیر صاف صاف اشارہ یہود کے معلوم و مشہور اوصاف کی طرف آ گیا کہ اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں، اور اپنی بدعقلی کا ماتم کریں۔

آیت کے الفاظ جن کا ترجمہ 'بدتر' اور 'دور تر' سے ہوا ہے ان سے بدی اور دوری میں تقابل کا شبہ کسی کو نہ ہونا چاہئے۔ یہ الفاظ بغیر تقابل کے بھی محض ایک چیز کی برائی یا دوری (یا اچھائی و قربت) ظاہر کرنے کو بھی استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن میں تو اسم تفضیل کے صیغوں کا اس طرح کا استعمال بہ کثرت ملتا ہے۔ پس اس سے مقابلۃً یہ بات نہیں نکلتی کہ اہلِ ایمان کی باتوں میں بھی کسی درجہ کی ''برائی'' یا ''دوری'' پائی جاتی ہے۔

اِن کا آوا کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے!

یہ جملے درمیان میں ان کی بدعقلی کے حوالہ سے تھے۔ آگے ان کے کردار کا حالِ زار بیان فرمایا جاتا ہے: وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۔۔۔ یہ جب تمہاری مجلسوں میں آ بیٹھتے ہیں تو اپنے آپ کو مؤمن بتاتے ہیں حالانکہ یہ کفر ہی لئے ہوئے آتے ہیں اور اسی کو لئے واپس نکل جاتے ہیں۔ اور اللہ تو ان کے اس حال کو بہر حال جانتا ہے جسے یہ تم سے چھپاتے ہیں۔ غرض پکے کافر ہیں۔ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ ۔ (اور جھوٹ اور سرکشی اور حرام کھانا اس میں تو ان کو ایسی رغبت ہے کہ اکثر کو اس میں بے

تکلف پڑتے دیکھوگے۔ کس قدر بُرے یہ کرتوت ہیں جو وہ کرتے ہیں۔) اس کے بعد فرمایا گیا ہے: لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ اتنے بڑے گناہ (ایمان کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ورحرام مال کھانا) قوم میں وسیع پیمانہ پر ہورہے ہیں اوران کے علماء وفقہاء بھی نہیں ان کو منع کرتے۔ گویا علماء جان رہے ہیں کہ قوم کس حال میں پہنچ گئی ہے پھر بھی کچھ نہیں کہتے۔ تو قوم نے اگر کوئی کسر چھوڑی تھی تو وہ انھوں نے پوری کردی۔ اور پھر کیا شبہ کہ بہت برا ہے جو یہ کررہے ہیں۔ اس لئے کہ قوم کی دینی حالت کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری قوم کے علماء واکابر پر ہوتی ہے۔ پیچھے گزر بھی چکا ہے کہ یہ احکام الٰہی کی حفاظت کے ذمہ دار بنائے گئے ہوتے ہیں (بما استحفظوا مِنْ کتٰبِ اللہ وَکانوا علیہِ شھدآءَ)

☆☆☆

نعمانی اکیڈمی کی ایک نئی پیشکش

القرآن یتحدث الیکم

محدث عصر، حضرت مولانا **محمد منظور نعمانی** نوّر اللہ مرقدہٗ کی مقبول، اور شاندار تصنیف

"قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" کا عربی ترجمہ

قرآنی دعوت اور اُسکی تعلیمات کو مختلف عناوین کے تحت رکھ کر متعلقہ آیات کے ذریعہ نہایت مؤثر اور روح پرور تشریحات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، توحید کی دعوت کے قرآنی انداز کی تشریح اِس کتاب کا امتیاز ہے۔ یہ کتاب اردو میں 1959 میں شائع کی گئی تھی، اب تک الحمدُ للہ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے آچکے ہیں،

اب یہ کتاب عربی زبان میں شائع کی گئی ہے، اور اِس کو عربی زبان میں منتقل کیا ہے عربی زبان کے ماہر ادیب،

ممتاز عالم دین، حضرۃ الاستاذ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہٗ العالی

(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، مدیر البعث الاسلامی) نے

یہ کتاب علماء وطلباء کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، عربی زبان کے ذخیرۂ قرآنیات میں اہم اور قیمتی اضافہ ہے۔

صفحات: 176　　سائز: 25X19　　قیمت: -/Rs.200

(دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ کے لئے خصوصی رعایتی قیمت: صرف -/Rs.130)

ملنے کے پتے

مکتبہ ندویہ: دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبہ شباب: دار العلوم ندوۃ العلماء روڈ، لکھنؤ

الفرقان بکڈپو: ۳۱/۱۱۴، نظیر آباد، لکھنؤ، فون: 0522-6535664، alfurqan_lko@yahoo.com

خانقاہ نعمانیہ مجددیہ: محمد اپور نیرل، مہارشٹرا، فون: 7744960574 (دستی حاصل کرنے کے لئے)

نعمانی اکیڈمی: ۳۱/۱۱۴، نظیر آباد، لکھنؤ، فون: 0522-6535664، nomani_sajjadbilal@yahoo.com

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لکھنؤ)

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۞ (سورۂ انبیاء)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا یومِ پیدائش کیسے منایا؟

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک معمولِ مبارک تھا کہ دوشنبہ کے دن روزہ رکھیں۔ ایک صحابی نے اس بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ آپ روزے کا اہتمام فرماتے ہیں؟ فرمایا :"فيهِ وُلدْتُ و فيهِ أنزِلَ عليَّ" (یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی۔ سننِ ابوداؤد)

ہم تو سال میں ایک دن اس مبارک واقعہ کا جشن مناتے ہیں۔ پر معلوم ہوا کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر ہفتے یہ دن مناتے تھے۔ اور اس کا طریقہ یہ تھا روزہ رکھیں۔ اِس دن کی اہمیت کے سلسلہ میں حدیث مزید برآں یہ بھی بتاتی ہے کہ یہی دوشنبے کا دن تھا کہ آپ نبوت ورسالت کے مرتبے پر فائز کئے گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ پیدائش سے بھی بڑی، بلکہ کہیں، بڑی نعمت تھی۔ اور ہمارے لئے تو یہی نعمت، جو صرف آپؐ کے لئے نہیں سارے عالم کے لئے عظیم نعمت تھی، باعث ہوئی ہے کہ آپؐ کے اس دنیا میں وجود پانے کے دن کو بھی ایک بیش بہا نعمت جانیں۔ یہی نزولِ قرآن اور مرتبۂ رسالت کی یافت کا دن ہی وہ مبارک دن ہے جس کے واسطے سے ہمارا آپؐ سے رشتہ جڑا اور آپ کی زندگی کا ہر دن ہمارے لئے نعمت ٹھیرا۔ الغرض آپؐ کے لئے اس دن کی اہمیت یہ بھی تھی کہ نبوت ورسالت کی اس نعمت سے سرفراز فرمائے گئے، جو وجود بخشے جانے کی نعمت سے بھی کہیں بڑی نعمت۔ وہ نعمت کہ اس کے شکرانے کے لئے خود ربِّ کریم کی طرف سے اس پورے ماہ مبارک کے روزے، جس ماہ میں یہ نعمت دنیا کو ارزانی ہوئی، اہلِ ایمان کے لئے تجویز فرمادیئے گئے۔ قیاس کہتا ہے کہ نعمتِ حق پر تشکر اور مسرت کا جو طریقہ رب العالمین کی طرف سے تجویز فرمایا گیا اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحریک ہوئی کہ اپنی پیدائش اور نعمتِ رسالت کے دن روزہ داری ہی سے تشکّر اور مسرت کا اظہار فرمائیں، کہ ارشاد ہوا ہے "لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (تم شکر گزار ہوگے تو میری عطا وبخشش اور بڑھے گی۔ القرآن)

اب اس سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مقابلہ کیجئے ہمارے اپنے اس طریقہ کا جو ہم آپؐ کی تاریخ پیدائش (۱۲ ربیع الاول (وغیرہ) کی آمد پر اظہارِ مسرت کے لئے برتتے ہیں۔ جلوس جلسے، نعرے اور جھنڈے نیز جھنڈیوں اور قمقموں سے مکانوں دوکانوں اور گلیوں کی آرائش۔ پس کیا یہ سوال بیجا ہوگا کہ آیا ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طور طریقوں میں کفایت نہیں ہے؟ غور کیا جانا چاہئے کہ ہمارے ان طور طریقوں میں اظہارِ مسرّت تو ضرور ہے، مگر شُکر کا کوئی پہلو بھی ان میں ہے، جبکہ نعمت کا اصل تقاضہ شکر گذاری ہے؟ جلوس جلسے، نعرے اور، جھنڈے، جھنڈیاں اور قمقمے ان میں سے

کوئی چیز بھی تو شکر گذاری کے زُمرے میں نہیں آتی، ان میں تو بس ہماری مسرت اور محبت کی نمائش ہے۔تو ہم شکر گزاروں والا عمل چھوڑ کر، جس پہ ہمارے خلوص کے بقدر تھوڑا یا بہت ثواب ملنا تھا، اس نمائشی عمل کو اختیار کر رہے ہیں جس میں ثواب پانے کا کوئی پہلو نہیں۔ کہ ہمارے دین میں کہیں نہیں ملتا کہ یہ اعمال باعثِ ثواب ہوں۔ گویا یہ کچھ ویسا ہی معاملہ ہے جیسے معاملہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا: اَتَسۡتَبۡدِلُونَ الَّذِی ھُوَ اَدۡنیٰ بِالَّذِی ھُوَ خَیرٌ (ذرا سوچو کہ تم ایک بہتر چیز کی جگہ ایک کمتر چیز کے خواہاں ہو رہے ہو! سورہ بقرہ آیت ۶۱) بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزادی پا کر صحرائے سیناء کی راہ سوئے فلسطین گرمِ سفر تھے۔ اور اس بیاباں میں کھانے کو منّ وسلویٰ اللہ کی مہربانی سے اُتر رہا تھا۔ مگر کچھ دن بعد وہ اس نعمتِ ربانی کی ناقدری پہ اُترے اور فرمائش کرنے لگے کہ موسیٰ ہمیں تو زمینی پیداوار ساگ سبزی، گیہوں، مسور اور پیاز مہیّا کراؤ۔ یہ بس منّ وسلویٰ ہی منّ وسلویٰ پہ ہم سے گذارا نہ ہوگا۔'' نہیں، بلکہ ہمارا معاملہ تو اس سے بھی گیا گزرا ٹھہرتا ہے۔ وہاں غذا کا بدل تھی تو غذا ہی، بس بہتر کے مقابلے میں کمتر تھی۔ شکم سیری اور آسودگی اس سے بھی حاصل ہونا تھی۔ جبکہ ہم نے جو چیز بدلے میں اختیار کر لی ہے اس سے تو کچھ ملنا ہی نہیں۔ بس ایک جھوٹی تسلّی کا سامان ہمارے دل کے لئے ہے کہ ہم محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ حق ادا کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چند ماہ پیشتر حجۃ الوداع میں تکمیلِ دین، اتمامِ نعمت اور ابدی رضا و رضوان والی آیت جانفزا ''اَلیَومَ اَکۡمَلۡتُ لَکُم دِینَکُم۔۔۔۔(آج دین میں نے تمھارے لئے مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور بطور دین اسلام کو تمھارے لئے میں نے پسند فرمالیا۔ المائدہ۔ ۳) نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابِ کرام نے اس سرمایۂ اعزاز وافتخار کو بس دلی شکر گزاری کے ساتھ سر آنکھوں پہ رکھا اور دل میں بسا لیا، جلوس جلسہ کوئی نام کا بھی اس پر نہیں منعقد ہوا۔ جبکہ دوسروں کی نظر میں یہ ایسی آیت تھی کہ اس کے نزول کے دن کو ایک عید کا دن ٹھیرایا جانا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اس نے آپ سے اس مبارک آیت کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ایسی آیت ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم تو اسے ایک یومِ عید ٹھیراتے۔ بالفاظِ دیگر آپ مسلمان لوگ بڑے ناشکرے نکلے۔ ایسی سرفرازی اور ایسے خاموشی سے ہضم کر گئے! مگر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے جواب سے بتایا کہ ہمیں اپنے اوپر قیاس نہ کرو، فرمایا کہ وہ ہماری عید ہی کا دن تھا، جمعہ تھا، یومِ عرفہ تھا۔ اور یہ اللہ کی مقرر کردہ ہماری دونوں عیدیں اپنے اپنے وقت پر آتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی جدا عید اس نعمتِ ربانی کے حوالہ سے ہم اپنی طرف سے ایجاد کریں، یہ ہمارا شیوہ نہیں، کہ

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

☆☆☆

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم
ترتیب وپیشکش: محمد سلیم قاسمی

بچوں کی پرورش

(کچھ اہم باتیں لڑکوں کی پرورش کے لئے)

۴ حمد وصلوٰۃ کے بعد! ﴿رب ھب لی من الصالحین﴾

عورت اور مرد کی شخصیت میں بنیادی فرق

مرد اور عورت کی جس طرح اللہ رب العزت نے جسم کی ساخت الگ الگ بنائی ہے، اسی طرح مرد اور عورت کی جو Personality (شخصیت) ہوتی ہے، سوچ ہوتی ہے، وہ بھی اللہ نے الگ الگ بنائی ہے؛ لہٰذا لڑکوں کی پرورش میں کچھ الگ باتوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے، لڑکیوں کی پرورش میں بھی کچھ الگ باتوں کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے۔

لڑکے عام طور پر زیادہ Strong will powered (زیادہ مرضی چلانے والے) ہوتے ہیں، ان کو سنبھالنا مشکل ذمہ داری ہوتی ہے۔ آج کا عنوان ''لڑکوں کی پرورش'' ہے اگر ماں باپ پانچ نکات کا خیال رکھیں، تو بچے کی بچپن سے ہی تربیت وتعلیم اچھی ہوسکتی ہے۔

بچے فطرتاً اپنے بڑوں کی Copy (نقل) کرتے ہیں

سب سے پہلی بات کہ بچے کی فطرت ہوتی ہے، وہ ماں باپ کی نقل اتارتے ہیں۔ وہ بچپن میں جو ماں باپ کو کرتا دیکھتے ہیں، اُسی طرح کرتے ہیں۔ اس عمر میں وہ پگھلے ہوئے مادّہ کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کو جس سانچے میں ماں باپ ڈھالدیں، وہ اسی شکل کو اختیار کرلیتے ہیں۔ اس لئے اگر ماں باپ خود نیک ہوں تو اولاد کا نیکی پر آنا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جب ماں فاطمۃ الزہراء ہو اور باپ علی المرتضیٰ ہو، تو بچے پھر حسن اور حسین رضی اللہ عنہم بنا کرتے ہیں۔ آپ نے واقعہ سنا ہوگا اُس باغ والے کا کہ؛ جس

نے اپنی بیٹی کے بارے میں کہا تھا، وہ اندھی ہے، بہری ہے، گونگی ہے، حقیقت میں وہ حدیث کی عالمہ تھیں، قرآن کی حافظہ تھیں اور نیک بندے سے اس کا نکاح ہوا تھا، اللہ نے ان کو بیٹا دیا، جس کا نام نعمان رکھا جو ''امام اعظم ابوحنیفہ'' مشہور ہوا۔ تو Genetic effect (نسلی اثر) ماں باپ کی طرف سے اولاد میں منتقل ہوتا ہے۔ شریعت سے یہ ثابت ہے کہ جب اللہ رب العزت کسی بندے کو قبول کرتے ہیں، تو اس کی ۲۱ نسلوں تک کی ہدایت کے فیصلے فرمادیتے ہیں۔ یہ ۲۱ نسلوں تک ہدایت کے فیصلے کیا ہیں؟ وہ یہ کہ اللہ اُن کی نسل میں نیکی ڈال دیتے ہیں، وہ نیکی نسل درنسل چلتی رہتی ہے۔ سبحان اللہ!!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثرات ان کی اولاد میں اس طرح آگے چلے سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ذریعہ سے، کہ آج بھی بعض سادات فیملی کو دیکھتے ہیں ان کی نیکی، ان کی شرافت سے انسان حیران ہوتا ہے تو، ماں باپ کے اثرات اولاد میں منتقل ہوتے ہیں؛ یہ پہلا نکتہ ہے۔

بچہ سے اسی کی سطح کے مطابق اللہ کو متعارف کروانا

دوسرا نکتہ: ماں باپ کو چاہئے کہ بچہ جیسے ہی بات کرنا، سمجھنا شروع کرے، اس کے ذہن میں اللہ کا تصور بٹھائیں، اللہ کی محبت پیدا کریں، اس کو سمجھائیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ ہمیں رزق دیتے ہیں، عزت دی، زندگی دی، اللہ نے کائنات کو بنایا؛ اس طرح اللہ کا تعارف، ماں باپ نے کروانا ہوتا ہے۔ اکثر گھروں میں صرف اللہ کا نام تو بتادیا جاتا ہے، اللہ کا تعارف نہیں کروایا جاتا، اس پر تو گھنٹوں لگانے چاہئے جس کی وجہ سے بچے کو ماں باپ سے تعارف نہیں ملتا، کبھی دوست سے سن لیا، کبھی کسی اور سے سن لیا، ہم بچے کو اللہ کا تعارف ہی پورا نہیں کرواتے، پہلے وقت کی عورتیں بچوں کا یقین بناتی تھیں۔

چنانچہ قطب الدین بختیار کعکیؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کی ماں روٹی پکا کر رکھتی تھیں، جب بچہ مانگتا تھا، تو وہ کہتی تھیں کہ تم اس کو ڈھونڈو اللہ نے تمہارا رزق بھیجا ہوگا۔ چنانچہ بچہ جب روٹی ڈھونڈتا تھا تو اسے مل جاتی تھی تو اس کے دل میں اللہ کی محبت بڑھی، حتی کہ اس کو یقین ہوگیا کہ اللہ ہی مجھے رزق دیتے ہیں، واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں، لہٰذا یہ وہ بچہ تھا جس کو ماں نے یقین سکھایا اور اپنے وقت میں وہ مغل بادشاہوں کا شیخ بنا۔ لاکھوں لوگوں نے اس سے فیض پایا۔ یہ اللہ کی محبت کے وہ بیج تھے جو ماں نے اس کے دل کی زمین میں بوئے تھے، چھوٹی عمر میں بچے کو جنت کا تصور دیں، جہنم کا تصور دیں، چھوٹی عمر میں بچے کو شیطان کے بارے میں بتائیں تاکہ وہ جب غصہ کرے، ضد کرے تو اس کو بتائیں کہ اس وقت شیطان تمہارے اوپر حاوی ہے، ان چیزوں سے بچے کو Goal oriented life (بامقصد زندگی) ملتی ہے کہ

مجھے اپنے رب کو راضی کرنا ہے، اس کی عبادت کرنی ہے، چنانچہ ایک بزرگ گلی میں جا رہے تھے، ایک بچہ کو روتا دیکھا انہوں نے کہا بچے تم دوسرے بچوں کے ساتھ کیوں نہیں کھیل رہے؟ اس نے کہا: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا (کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے؟) وہ کہتے ہیں اتنے چھوٹے بچے سے ایسی بات سن کے میں بڑا حیران ہوا، میں نے کہا کہ اے بچے تم تو چھوٹے ہو، معصوم ہو، کیوں پریشان بیٹھے ہو، اس نے کہا جہنم کی آگ مجھے رلا رہی ہے۔ میں نے کہا تم اور جہنم کی آگ!!! اس نے کہا: ہاں! میں اپنے گھر میں دیکھتا ہوں میری امی چولھے میں لکڑیاں ڈالتی ہیں، تو بڑی لکڑیاں جلدی نہیں جلتیں، تو وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں پہلے ڈالتی ہیں، تاکہ جلدی آگ جل اُٹھے وہ جلدی آگ پکڑ لیتی ہیں، تو میں نے جب یہ چیز دیکھی، تو مجھے یہ خیال آیا کہ قیامت کے دن کہیں اللہ یہ فیصلہ نہ کر دے کہ جہنم کی آگ جلانے کے لئے بچوں کو پہلے ڈالیں، بڑوں کی باری بعد میں آئے گی۔ وہ فرماتے ہیں یہ بات سن کر میں حیران ہو گیا میں نے کہا: بچے تم مجھے بڑے دانا نظر آتے ہو، نصیحت کرو اس نے کہا؛ زندگی تھوڑی ہے، قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیشی ہے، اس کی تیاری کرنا چاہئے؛ تو ایک ایسا بھی وقت تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے جہنم کی آگ سے بیٹھے ڈر رہے ہوتے تھے، یہ کون لوگ تھے؟ جن کے ماں باپ نے ان کے سامنے مقصد حیات واضح کر دیا تھا۔

بچہ کے لئے نیک صحبت اور اچھا ماحول فراہم کرنا

تیسری چیز یہ کہ سائنس دانوں نے اس بات کو دریافت کیا کہ ہر بچہ بچپن میں کسی نہ کسی سے زیادہ Attach (قریب) ہوتا ہے ماں سے، باپ سے، چچا سے، دادا سے، گویا ہر بچہ کسی نہ کسی کو ماڈل بناتا ہے وہ اس کو ہی Copy (نقل) کرنا چاہتا ہے، اسی کی طرح بننا چاہتا ہے، چنانچہ جب ماں باپ یا چچا اور اس طرح کی رشتہ داریوں میں اس بچے کو کمال نظر نہیں آتا، مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ یہ سچ بھی بولتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں، ان کی زندگی میں دین جو کہا جاتا ہے وہ نظر نہیں آتا تو بچہ اس ماڈل سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اس بچہ کو بچپن سے ہی اللہ والوں کا تعارف کروایا جائے، مدرسہ میں نیک، متقی استاد سے تعارف کروایا جائے؛ تاکہ یہ کسی نیک بندے کو اپنا ماڈل بنائے، پھر چھوٹی عمر میں تو یہ ان کو ماڈل بنائے گا، جب بڑا ہوگا تو یہ دیکھے گا کہ ان کے ماڈل اللہ کے پیارے حبیب ﷺ ہیں، تو خود بخود یہ بچہ سنت کے رنگ میں ڈھلے گا اور نبی ﷺ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔ ہم نے دیکھا ہے چھوٹے بچے کو کہ محمد سرمد ہمارا پوتا اپنی ماں

سے کہتا ہے مجھے لباس بھی دادا ابو کی طرح پہننا ہے، مجھے رومال بھی ان کی طرح اپنے کندھے پر رکھنا ہے، مجھے عمامہ بھی باندھنا ہے، مجھے اپنی صدری بھی ان کی طرح بنانی ہے، اور امی مجھے عصا بھی ان کی طرح رکھنا ہے۔ اور ایک دن کہہ رہا تھا امی مجھے داڑھی چاہئے مگر مجھے بابا کی طرح Black (سیاہ) نہیں چاہئے، دادا ابو کی طرح White (سفید) داڑھی چاہئے۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ بچہ کس درجہ تک اپنے نمونہ کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ یہ عاجز ایک دن بیان لکھ رہا تھا چند دن کی بات ہے کافی دیر ہوگئی تھی وہ دیکھتا رہا کہ میں کئی گھنٹوں سے ایک ہی جگہ بیٹھا ہوں تو میرے پاس آیا، گود میں بیٹھ گیا، کہنے لگا: دادا ابو آپ سو جائیں، بیان میں لکھ لوں گا۔ اب اس بچہ کی یہ Thinking (سوچ) ہے اس بات نے مجھے حیران کر دیا کہ اتنا چھوٹا سا بچہ ہے اور وہ کہہ رہا ہے دادا ابو آپ سو جائیں بیان میں لکھ دوں گا۔ پھر ایک دن اس نے کرسی رکھی، اس کے اوپر بیٹھ کر گھر کے بچوں کو جمع کیا اور کہنے لگا میں بیان کروں گا تم لوگ سنو گے، پھر اس کو بیان کرنا تو آتا نہیں تھا تو وہ ایسے ہی آوازیں نکالتا رہا اور آوازیں نکال کر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا حنانہ! دادا ابو بیان کرتے ہیں، لوگ روتے ہیں، آپ لوگ بھی تو روؤنا۔۔۔ اب یہ چیز بتا رہی ہے کہ بچہ کی ذہن کی Orientation (ساخت) ہوگئی ہے۔ چنانچہ ہم نے حرم میں اس کو دیکھا کہ جب ہم نماز پڑھتے تھے تو وہ قرآن کھول کے اس کے صفحے الٹنے لگ جاتا تھا، میں نے پوچھا سرمد ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا: دادا ابو آپ بھی تو قرآن پڑھتے ہیں، میں بھی بیٹھا قرآن پڑھ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ کہ وہ بچہ ہر چیز میں نقلکرتا ہے۔ بہت چھوٹا تھا اس کی ماں نے اسے سکھایا کہ دیکھو جو اذان دیتا ہے، اس کو مؤذن کہتے ہیں اور جو نماز پڑھاتا ہے اس کو امام کہتے ہیں، تو ماں نے تو دو لفظ سکھائے پھر جب گھر کے لوگ اکٹھے ہو گئے تو ماں نے پوچھا سرمد بتاؤ! اذان دینے والے کو کیا کہتے ہیں؟ اب بچے کی اپنی سوچ دیکھئے، جواب دینے لگا: جو اذان دیتا ہے اس کو مؤذن کہتے ہیں، جو نماز پڑھاتا ہے اس کو امام کہتے ہیں، جو بیان کرتے ہیں اس کو دادا ابو کہتے ہیں اور جو بیٹھ کے سنتے ہیں ان کو ''غافلوں'' کہتے ہیں۔ اب یہ ''غافلوں'' کا تصور کہاں سے آ گیا؟ ہمیں آج تک اس کا پتہ نہیں چلا مگر بچہ اتنا زیادہ جس کو Idealize یا Idolize (نمونہ بنانا) کرتا ہے اس کی نقل کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے ماں باپ اس کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے، ان کے بچوں کے سامنے نہ کوئی نمونہ ہوتا ہے، نہ کسی کی زندگی ہوتی ہے، بعد میں شکوے کرتے ہیں، ہمارا بچہ دیندار نہیں بن سکا۔ بھائی کسی اللہ والے کے پاس لاتے، تعارف کرواتے، ان سے اس کا محبت کا تعلق ہوتا، تو پھر اس کے

دل میں دین کی بھی Foundation (بنیاد) پڑ جاتی۔

چوتھی چیز ماحول ہے کہ بچہ جس طرح شخصیتوں سے سیکھتا ہے، پورے ماحول سے چیزیں سیکھتا ہے، اس لئے بچپن سے ہی بچے کو تعلق یا تو کسی مدرسے سے کر دینا چاہئے یا کسی خانقاہ سے کر دینا چاہئے یا تبلیغ میں جوڑ دینا چاہئے۔ بچہ کو ساتھ لے کر اِن مجالس میں بیٹھیں، یعنی محفل ذکر میں بیٹھیں، تعلیم میں بیٹھیں، گشت میں جڑیں، اس ماحول سے بھی بچہ بچپن میں سیکھتا ہے بچپن سے لے کے سات سال تک کا عرصہ بچے کے لئے صرف Input (اخذ کرنے) کا ہوتا ہے کہ اس میں جو سیکھ رہا ہوتا ہے، وہ محفوظ ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر بچہ اس عرصہ میں باہر ان مجالس میں جانا نہیں سیکھتا، تو پھر وہ گھر میں رہتا ہے، تو کبھی ٹی وی دیکھتا ہے، کبھی گانے سنتا ہے، کبھی گھر میں مخلوط قسم کی محفلیں ہوئیں، تو پھر بچہ اسی قسم کی فضا کو اپناتا ہے، جو دلوں کو مردہ بنا دیتی ہیں۔ پھر جب اسکول کے ماحول میں جاتا ہے، تو پھر انٹرنیٹ کا ماحول اس کے اندر جو کچھ رہی سہی سانس تھی وہ بھی اس کے اندر سے نکال دیتا ہے۔

آداب وشائستگی سکھانا

پانچویں چیز کہ ماں باپ بچے کو باقاعدہ آداب سکھائیں، ماں کی یہ Duty (ذمہ داری) ہوتی ہے، کھانے کے آداب کیا ہیں، پینے کے آداب کیا ہیں، کپڑے پہننے کے آداب کیا ہیں، مہمان نوازی کے آداب کیا ہیں، ماں باپ کا ادب کیا ہے، استاد کا ادب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کیا ہے، یہ آداب جتنا نظر انداز کئے جاتے ہیں؛ یہ اتنا زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کون ماں ہے، جو باقاعدہ ادب سکھاتی ہے، عام طور پر دیکھا کہ بس ایک دو چار باتیں جو Routine (معمول) کی ہیں وہ بتا دیں اور ختم۔ سیکھاتا ہی نہیں کوئی تو بچے میں ادب کہاں سے آئے گا۔

ایک بچہ تھا ماں باپ نے اس کو ادب سکھایا ہوا تھا، ایک بار مہمان نے اسے جلدی میں پوچھا بیٹا تم سب سے بڑے ہو تو جب اس نے یہ بات کہی کہ تم سب سے بڑے ہو تو وہ بچہ شرمایا، پیچھے ہٹا اور کہنے لگا انکل! سچی بات تو یہ ہے اللہ سب سے بڑے ہیں، لیکن بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے۔ چھوٹے سے بچے کی Thinking (سوچ) اتنی Clear (شفاف) ہونا کہ اللہ کا Concept (تصور) اتنا واضح ہو کہ بات سن کے وہ کہے کہ سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں، بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے ماں باپ سے بچپن کے اندر ادب سیکھا ہوتا ہے۔ تو یہ پانچ چیزیں بچے کے لئے نیک بننا آسان کر دیتی ہیں۔ جن ماں باپ نے دین سکھایا؛ اُن کے بچے چھوٹی چھوٹی عمر میں بہت

بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں۔

ہارون رشید کے دور میں ایک بچہ لایا گیا جو پانچ سال کی عمر کا تھا، قرآن پاک کا حافظ تھا، حضرت خواجہ محمد معصومؒ ۹ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ سے نسبت کا نور پا چکے تھے، امام شافعیؒ گیارہ سال کی عمر میں درس قرآن دینے کے لئے مسند درس پہ بیٹھ گئے تھے، تو چھوٹی عمر میں یہ بچے اتنا کمال حاصل کر لیتے ہیں۔

ایک اہم اصول فطرت

اب ایک اصول فطرت سنئے! اور یہ اصول فطرت اکثر لوگ اس کو Ignore (نظر انداز) کر دیتے ہیں۔ جتنا اہم ہے اتنا ہی شیطان بھلا دیتا ہے۔ اصول فطرت سن لیجئے شاید یہ حضرت علیؓ کا قول ہے یا یہ حدیث پاک ہے چونکہ اس عاجز کو تحقیق نہیں ہے۔ اس لئے اس کو حکمت بھری بات ہی سمجھ لیجئے کہ بچپن سے لے کر سات سال تک بچہ ماں باپ کا غلام ہوتا ہے، بچپن سے لے کے سات سال تک بچہ ماں باپ کی غلامی کرتا ہے، ان کی آنکھ کا اشارہ مانتا ہے، جو کہتے ہیں سنتا ہے، ویسے ہی کرتا ہے، ان کے ہاتھوں میں یہ موم کی ناک کی طرح ہوتا ہے، جو چاہو اس کو بنالو۔ تو پیدائش سے لے کے سات سال تک یہ بچہ ماں باپ کا غلام ہوتا ہے۔ سات سال کے بعد چونکہ اس کے اپنے فلٹر بھی کام کرنا شروع کرتے ہیں؛ یہ Right (صحیح) Wrong (غلط) کو سمجھنے لگتا ہے، اچھی بری کی تمیز آنی شروع ہو جاتی ہے، تو سات سال سے لے کے چودہ سال تک یہ بچہ ماں باپ کا مشیر ہوتا ہے، باتیں مانتا ہے ان کی، کہیں کہیں امی کو مشورہ، کہیں کہیں ابو کو مشورہ، وہ اپنی مستقل سوچ کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ جہاں ماں باپ سنتے ہیں وہاں وہ زیادہ کثرت سے بتاتا ہے، جہاں نہیں سنتے ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں، جہاں Fear based parenting (والدین کا ڈرا دھمکا کر پرورش کرنے) کا مزاج ہوتا ہے وہاں چپ ہو جاتا ہے۔ لیکن پیدائش سے لے کے سات سال کا عرصہ غلام کے مانند ہوتا ہے، سات سال سے لے کے چودہ سال تک مشیر ہوتا ہے، پھر چودہ سال سے اکیس سال تک یا دوست ہوتا ہے، یا دشمن ہوتا ہے۔ اسی لئے اکثر بچے اور بچیاں چودہ کے بعد Rebellious (باغی، سرکش) ہو جاتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ Split personality (دوہری شخصیت) والے ہوتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچے سمجھتے ہیں کہ ماں باپ کے ساتھ رہنے میں ہمارا مفاد وابستہ ہے، لہٰذا ماں باپ کے سامنے وہ اظہار نہیں کرتے، جو ماں باپ کہہ رہے ہوتے ہیں وہی کرتے ہیں؛ مگر اندر سے وہ پکے منافق بن چکے ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک بڑے عالم آئے مجھے کہنے لگے کہ میری بیٹی پندرہ سال کی ہے، میں عالمہ بنانا چاہتا ہوں میں نے کہا بہت اچھا بیرون ملک کی بات ہے؛ چنانچہ جس کلاس میں وہ گئی، میں نے معلمہ کو فون کیا: کہ ذرا اس بچی سے اس کی اپنی ذہنی سوچ کے بارے میں پوچھیں! معلمہ سمجھدار تھیں، اس نے دو چار ادھر ادھر کی باتیں کرکے، اس کی طبیعت کو کھول دیا، تو بچی سے کہا: بتاؤ تم کیا بننا چاہتی ہو؟ اس نے کہا: Honestly (ایمانداری سے) اگر میں آپ کو بتاؤں تو میں ہالی ووڈ اسٹار بننا چاہتی ہوں۔ باپ عالمہ بنانا چاہتا ہے اور بچی کی اندر کی سوچ یہ ہے کہ وہ ہالی ووڈ اسٹار بننا چاہتی ہے۔ اتنا فرق ہوتا ہے ماں باپ کی اور اولاد کی سوچ میں۔۔۔ ذرا غور کیجئے! پیدائش سے لے کے سات سال تک کا وقت Golden time (سنہرا وقفہ) ہوتا ہے، اس کو ماں باپ ضائع کرتے ہیں اور شیطان پتہ ہے کیا پٹی پڑھاتا ہے؟ بڑے ہوکے ٹھیک ہوجائیں گے!! یہ اتنی نقصان دہ بات ہے، اتنی زہریلی بات ہے کہ بڑے ہوکے ٹھیک ہوجائیں گے۔ یہ تو ایسی مثال ہوئی کہ دیوار ٹیڑھی بننی شروع ہوگئی اور بندہ کہہ رہا ہے کہ ذرا بلند ہوجائے گی، تو ٹھیک ہوجائے گی۔ حالانکہ اس کا ٹیڑھا پن اور بڑھتا جائے گا شروع میں تھوڑی سی ٹیڑھی تھی، اوپر جائے گی تو میٹروں کے حساب سے ٹیڑھی ہوجائے گی، اسی طرح بچے کا معاملہ ہے! تو اصول فطرت یاد رکھیں! کہ پیدائش سے سات سال تک بچہ غلام ہوتا ہے، سات سال سے لے کے چودہ سال تک بچہ ماں باپ کا مشیر ہوتا ہے اور چودہ سے لے کے اکیس تک یا دوست ہوتا ہے یا دشمن ہوتا ہے۔

بچے سے تعلق کو استوار اور بہتر بنانے کے اصول

اب ماں باپ کیسے اپنے بچے کو قریب کر سکتے ہیں اس کے پانچ مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ اس کو Proximity (قربت) کہتے ہیں اپنے قریب کرنا چنانچہ چھوٹے بچے کو اٹھانا، چومنا، گلے لگانا، مسکرانا، یہ سب کا سب اس بچے کو قرب کا احساس دلاتا ہے اگر یہ نہ کیا جائے تو بچہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے نظر انداز کیا گیا ہے۔

دوسری بات Sameness (یکسانیت) کہ بچہ کو اسی چیزوں میں Interest (دلچسپی) پیدا کریں جو ماں باپ کی ہیں لہٰذا بچے میں ماں باپ میں یک رنگی کا ہونا ضروری ہے، مثلاً ماں باپ نماز پڑھتے ہیں بچہ بھی نماز پڑھے، ماں باپ قرآن پاک پڑھنے کو پسند کرتے رہتے ہیں، بچہ بھی پسند کرے، کھانے بھی جو ماں باپ پسند کرتے ہیں، بچہ وہی پسند کرے، اگر بچہ کو اور کچھ پسند تو ماں باپ بھی اسی کھانے کو پسند کرنے لگ جائیں تاکہ فرق نہ رہے، ورنہ بچہ کی پسند اور ہوگی ماں باپ کی پسند اور ہوگی تو بچہ احساس تنہائی

کا شکار ہو جائے گا۔

تیسری چیز Loyalty کہتے ہیں، وفاداری کو، تعلق نبھانے کو، بچے Mistakes (غلطیاں) کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ماں باپ Punishment (سزا) کے طور پہ الگ تھلگ کر دیتے ہیں، نظر انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور بچے کا ساتھ نہیں دیتے۔ ذہن میں ایک بات رکھ لیں کہ گھر میں اسکول ہے۔ بچہ جب بھی کوئی غلطی کرے تو اس کو سمجھائیں تو ضرور، مگر اس کا ساتھ زیادہ دیں، جب بچہ دیکھتا ہے میری ذلت کے وقت میں میرے ماں باپ نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا، تو اس کے دل میں ماں باپ کے ساتھ وفاداری پیدا ہوتی ہے، تو یہ وفاداری کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ اس وقت جب Awkward condition (عجیب حالت) میں آپ بچے کا ساتھ دیں گی، سمجھائیں گی کہ ہم بھی اس سلسلے میں پریشان ہیں مگر اس کو کہیں گی کہ آخر بیٹے تو ہمارے ہونا!۔۔ ہم آپ کو Own (اپنا ماننا) کرتے ہیں تو اس سے وفاداری پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی چیز ہے S i g n i f i c a n c e (اہمیت) ہر بچہ اپنے آپ کو اہمیت دلانا چاہتا ہے Importance (اہمیت) دلانا چاہتا ہے، اس کی خواہش ہوتی ہے، ماں باپ مجھے اہمیت دیں، چنانچہ بچے کو بچپن میں اہمیت دیں؛ خاص طور پر اس کے لئے کبھی کپڑا خرید لیا، کبھی جوتا خرید لیا، کبھی کوئی اور چیز لے آئے، کبھی اس کے پسند کا کھانا بنا دیا، کبھی اس کو پاس بیٹھ کے کھلا دیا تاکہ بچے کو احساس ہو کہ میں Special (خاص) ہوں، بیٹی ماں باپ کی زبان سے بچپن میں یہ سننا چاہتی ہے کہ میں Perfect princess (خوبصورت شہزادی) ہوں، بچہ سننا چاہتا ہے کہ میں ابّو کا Diamond (ہیرا) ہوں، اگر یہ احساس اس کو نہیں دلائیں گے تو بچہ ماں باپ کے ساتھ Attach (قلبی لگاؤ) نہیں ہوگا۔

پانچویں چیز اس کو محبت کہتے ہیں Love کہتے ہیں بچے کے ساتھ ماں باپ محبت کا رشتہ باندھیں، یہ سب سے مضبوط رشتہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پہ بچہ اسکول گیا، جب آیا، ماں کہیں حنانہ! میں تمہیں بہت Miss (یاد) کر رہی تھیں، والد ملیں تو کہیں: آپ کہاں باہر کھیل رہے تھے؟ میں تو آپ کو بہت یاد کر رہا تھا اور اس کو پاس بٹھائیں، اس سے محبت کا اظہار کریں، وہ بچہ Feel (محسوس) کرے کہ کوئی میرے ساتھ محبت کرتا ہے اس کے ساتھ Share (باتیں بتانا) کریں، اس کو بتائیں کہ دل کی ہر بات مجھے بتاؤ! میں Openly (کھل کے) آپ کو بتاؤں گی۔ جب ماں ایسا کہے گی تو بیٹی سے رشتہ Develop (استوار) ہوگا۔ باپ ایسا کرے گا، تو بیٹے سے رشتہ مضبوط ہوگا۔ یاد رکھنا! جس بچے کو گھر میں محبت نہیں ملتی، وہ ہمیشہ باہر محبت تلاش کرتا ہے، یہی بچے Easy victim (آسان شکار) بن جایا کرتے ہیں۔ تو ان پانچ باتوں

کا خیال رکھنے سے بچے کے دل میں ماں باپ کا تعلق بڑھتا ہے۔

اس کے برعکس پھر اگر بچے Deprived (محروم) محسوس کریں، تنہا محسوس کریں، تو پھر بچے کسی اور کام میں اپنے آپ کو مصروف کر دیتے ہیں۔ اس احساس تنہائی سے نجات پانے کے لئے مثلاً Music (موسیقی) سننا شروع کر دیتے ہیں، ڈرامے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں، آئی پیڈ، انٹرنیٹ پہ بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں اور یہی چیز ان کے لئے گندی دوستیوں کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح بچیاں جب اپنے آپ کو گھر میں نظر انداز محسوس کرتی ہیں، تو وہ فیشنی لباسوں میں دلچسپی لینا شروع کر دیتی ہیں، اور Beauty consious (خوبصورتی کے پیچھے پڑی رہنے والی) ہو جاتی ہیں۔ لڑکے اگر اپنے آپ کو الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں نظر انداز کیا جاتا ہے، تو وہ کئی مرتبہ کھیلوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، فُٹ بال کھیل لی، کرکٹ کھیل لی، تو وہ کھیلوں میں ہی ان کا وقت زیادہ گزرنا لگ جاتا ہے، کوئی مارشل آرٹ سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ مگر وہ دراصل ماں باپ سے فرار ہوتا ہے، ان کو ماں باپ سے دور جانا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ بچے باہر نکل کر کسی گینگ کے ممبر بن جاتے ہیں چنانچہ لڑنا، جھگڑنا ان کی عادت بن جاتی ہے، یہ بچے جب گھر واپس آتے ہیں، یہ پھر ضد کرتے ہیں، ماں باپ کی بات نہیں مانتے، تو اپنے ذہن میں یہ بچے ماں باپ کو شکست دیکر خوش ہوتے ہیں، ماں پریشان ہو رہی ہوتی ہے، بات نہیں مانتا بیٹا بڑا ذہن میں خوش بیٹھا ہوتا ہے، اب میں نے بتایا نا۔۔ اس کو، اب ہوئی نا۔۔ پریشان۔ یہ مجھے ڈانٹتی تھیں، تو بچہ اپنے ذہن میں بڑوں کو شکست دیکر اپنے آپ کو فاتح محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

چنانچہ ان تمام احساس محرومیوں کا علاج یہ ہے کہ گھر میں بچے کے ساتھ صرف ایک بندہ محبت کا اظہار نہ کرے، سب محبت کا اظہار کریں، دیکھیں جو درخت ہوتا ہے نا۔۔ اس کی ایک جڑ نہیں ہوتی بلکہ اس کی ہزاروں جڑیں ہوتی ہیں اور ان جڑوں نے اس درخت کو مضبوط تھاما ہوتا ہے۔ آندھی بھی آتی ہے تو درخت گرتا نہیں ہے، اگر گھر میں صرف ایک جڑ ہوگی تو جیسے ہی کٹی، بچہ باہر کسی کے دامن میں جا گرا، باپ سے الگ تعلق ہو بیٹی کا، ماں سے الگ ہو، بھائی سے الگ ہو، بڑی بہن سے الگ ہو، دادُو سے الگ ہو، جب سب سے اس کے دل کا تعلق ہوگا تو وہ بچی پھر گھر سے باہر جانے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتی۔ اس لئے اس کو فیملی کا محبت والا ماحول ملنا، ان تمام چیزوں کا علاج ہے۔

بچوں کے سلسلے میں کچھ مزید سائنسی تحقیقات

بچوں کے بارے میں جو سائنسی ریسرچ ہے وہ سن لیجئے کہ اکثر لڑکے ابتدائے جوانی میں زیادہ

بھٹکتے ہیں۔لڑکے مردانہ پن کی حرکتیں فلموں سے، ڈراموں سے، انٹرنیٹ سے یا برے دوستوں سے سیکھتے ہیں، لڑکے جب خوفزدہ ہوتے ہیں، Ashamed (شرمندہ) ہوتے ہیں، ان میں تنہائی کا احساس بڑھ جاتا ہے، اس تنہائی کو دور کرنے کے لئے وہ کسی دوست سے دوستی جوڑنا پسند کرتے ہیں۔ اکثر ماں باپ اولاد بچے سے لمبی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں مثلاً بچے کا اتنا ذہن ہے نہیں اور باپ کہنا شروع کر دیتا ہے میرے بچے کو حافظ بنانا ہے تو بچہ باپ کے کہنے پہ مدرسہ میں جانے لگ جاتا ہے، قاری کے پاس جانے لگ جاتا ہے، مگر وقت ضائع کرنے لگتا ہے لو۔۔جی چھ مہینے میں بھی ایک پارہ نہیں پڑھتا تو بھئی کیوں بچے کا وقت ضائع کر رہے ہیں، کونسا حافظ بنانا فرض ہے، پہلے اس کو مسلمان تو بنائیں، بعد میں حافظ بھی بن جائے گا تو اس قسم کی جو غلطیاں کرتے ہیں، اس کی وجہ سے بچے پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کو انٹرسٹ ہی نہیں ہوتا حافظ بننے میں۔

پانچویں چیز کہ لڑکے تعلقات اور رشتے جوڑنے کے بجائے ہر معاملے میں جیت کو ترجیح زیادہ دیتے ہیں کوئی بھی Competition (مقابلہ) ہو وہ جیتنا ہی پسند کرتے ہیں، پھر لڑکوں کو جوانی کی ابتدا میں نفسیاتی مسائل زیادہ پیش آتے ہیں، عام طور پر گھر میں لڑکوں کے رونے کو بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ Natural (فطری) ہے؛ جس کو بھی صدمہ ہوگا وہ روئے گا، لڑکا ہے یا لڑکی مگر جب لڑکا روتا ہے تو اس کو شرمندہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسپین جب کافروں نے فتح کیا تو جو مسلمان بادشاہ تھا اس کو انہوں نے کہا: کہ تم خاندان سمیت جا سکتے ہو۔ وقت کا مسلمان بادشاہ اپنے خاندان کو لے کر چل پڑا، پیچھے مڑ کر اس نے ''الحمراء'' کے اوپر نظر ڈالی جو اس کا مرکز تھا، مسکن تھا اور اس کے آنکھوں میں آنسو آ گئے؛ جب وہ رویا تو اس کی ماں نے کہا کہ: بیٹا تم مرد بن کر جس چیز کی حفاظت نہ کر سکے، اب عورت بن کر اس پر آنسو بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بارہ ہزار نوجوانوں پر جرمنی میں تحقیق کی گئی، تو اس نتیجہ پر پہونچے کہ ان کی خودکشی کے راستے میں ماں باپ کی محبت ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے یعنی ایسی Condition (کیفیت) ہوتی ہے کہ وہ خودکشی کرنا چاہتے ہیں لیکن جب وہ سوچتے ہیں ابو کا کیا ہوگا؟ امی کا کیا ہوگا؟ تو اس قسم کے رجحانات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ کو چاہئے کہ وہ ان بچوں کو اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ کریں تا کہ یہ بچے کوئی بھی انتہائی قدم نہ اٹھا سکیں۔

Guide window (ایک رہنما کی تلاش) کے وقفہ کا فائدہ اٹھایئے

چھٹی اور بہت اہم بات۔ یہ اصول فطرت ہے کہ بچہ پیدائش سے لے کے سات سال تک غلام ہوتا ہے، سات سال سے لیکر چودہ سال تک مشیر ہوتا ہے، مگر اللہ تعالی کی رحمت دیکھئے کہ اللہ نے

Compensation (عِوَض ربرابری) کے طور پر دماغ میں ایک Window (کھڑکی) کھول دی ہے: جو تیرہ۔ چودہ سال کی عمر میں کھلتی ہے، اس کو کہتے ہیں Guide window (کسی رہنما کی چاہت والی کھڑکی) ہر مرد وعورت کو اس عمر میں ایک رہنما چاہئے، تو بچہ فطری طور پر ماں باپ سے شیئر کرنے میں جھجک محسوس کرتا ہے، جوانی کی باتیں کوئی بچہ باپ سے نہیں پوچھتا، تو کیا ہوتا ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی مجھے Guide (رہنمائی) کرے، تو کوئی ٹیچر کو راہنما بنالیتا ہے، کوئی دوست کو گائڈ بنالیتا ہے، اس عمر میں اس بچے کو اگر بیعت کروا کر کسی شیخ کے ساتھ جوڑ دیا جائے؛ تو سائنسی تحقیق نے یہ بتایا کہ بچہ اس رہنما کی باتوں پر پوری طرح عمل کر کے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا تعلق مسجد سے جوڑیں، قرآن مجید کا ترجمہ پڑھائیں، خدمت کے کام اس کے ذمہ لگائیں؛ مرد حضرات مسجد کے اعمال میں اپنے ساتھ رکھیں تا کہ وہ بچہ زندگی کی رہنمائی پاسکے، کسی سے اپنی بات کہہ سکے، یوں سمجھئے کہ یہ چاہت اور جذبہ اللہ نے Compensation (عِوَض ربرابری) کے طور پر بنائی ہے کہ اگر ماں باپ خود بچے کو نیک نہ بناسکیں، تو کسی اور سے ایسیمد د لیں تا کہ یہ بچہ نیک بن سکے، ہمیں اس Window (کھڑکی) کا پتہ ہی نہیں ہوتا! اب بتائیں ہم اپنے بچے کی کیا تربیت کرتے ہیں؟

بچے کو جسمانی اور جماعتی کھیلوں کے ذریعہ متحرک رکھنا

ساتویں چیز کہ بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو لڑکے عام طور پر Active (متحرک) ہوتے ہیں ان کو Activity (مشغلہ) چاہئے ہوتی ہے، ماں باپ ان کو کوئی شُغل تو Provide (فراہم) نہیں کرتے، چنانچہ یہ بچے پھر شور مچاتے ہیں، لڑتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ دنگا فساد کرتے ہیں، ماں باپ پھر جھڑک کر خاموش کرتے ہیں۔ اصول یاد رکھیں کہ لڑکے جب اس کھیل کود کی عمر میں آتے ہیں ان کی Energy (توانائی) کو Drain (باہر نکالنا) کرنا اسی طرح ضروری ہے؛ جس طرح ان کو صبح وشام غذا دینا ضروری ہے اگر غذا نہ دیں گی تو بچہ کمزور ہوجائے گا اسی طرح اگر توانائی استعمال میں نہیں لائیں گی تو بچہ میں باغیانہ ذہنیت پروان چڑھنے لگے گی۔ اسلئے بچے کو Practical (عملی) کھیلوں میں لگائیں، مثال کے طور پر اس بچے کو اگر شروع ہی سے بھاگنا دوڑنا سکھاتی ہیں، تو اس کھیل میں لگاسکتی ہیں، اگر چھوٹے بچوں کو Martial art ''مارشل آرٹ'' (جسمانی دفاع کے فن کا ایک کھیل) سکھائیں، تو دفاع اور حفاظت کے لئے بھی اچھا، نیز بچے مصروف بھی ہوجاتے ہیں۔ مارشل آرٹ دنیا میں تین سال کی عمر میں سکھانا شروع کردیئے جاتے ہیں، تو بچہ جب ایسے کام کرتا ہے تو اس کا بدن تھک جاتا ہے اور پھر واپس آکر گھر پر بستر پر

پڑ جاتا ہے، وہ سوجاتا ہے، اس کا ذہن گندی باتوں کی طرف نہیں جاتا، اگر موقعہ ہو تو بچہ کو Swimming (تیراکی) سکھائیں، شریعت میں تیراکی سیکھنے کی ترغیب ہے، فضیلت ہے، اگر Horse riding (گھوڑ سواری) سکھائیں؛ آج کے دور میں تو مشکل ہے، مگر کچھ ایسے بھی ملک ہیں جہاں سکھانی آسان ہے، شریعت میں اس کی بھی گنجائش ہے پھر بچے کو Badminton ''بیڈمنٹن'' (ایک قسم کا کھیل) یہ بھی سکھائیں؛ تاکہ اس کو Physical activity (جسمانی شُغل) ملے اور ٹیم کے ساتھ جو کھیل کھیلے جاتے ہیں بچے کو وہ بھی سکھائیں؛ اس سے بچے میں Team sprit (ٹیم اسپرٹ) پیدا ہوتی ہے، Leadership skills (قائدانہ صلاحیتیں) پیدا ہوتی ہے، بچہ اس سے Management (انتظام وانصرام) سیکھتا ہے، اور اگر یہ چیزیں نہ سکھائی جاسکیں؛ تو گھر کے اندر Blocks (بچوں کا ایک قسم کا کھلونہ) کے ذریعہ بچے سے بلڈنگ بنوانا؛ یہ بھی بہت اچھی Activity (مصروفیت) ہے، اتنے شوق سے بچے بلڈنگ بناتے ہیں، کیل ٹھوکتے ہیں، کام کرتے ہیں، دروازے لگاتے ہیں، ان کے گھنٹوں اس چیز پہ صرف ہوجاتے ہیں، بعض ملکوں میں بچوں کو Carpentry (بڑھئی کا کام) کے Projects (کام) دیئے جاتے ہیں، بچے ان کاموں کو بڑے مزے سے کرتے ہیں۔ لڑکوں کے لئے اس قسم کے کاموں کا کرنا یہ بہت زیادہ ضروری ہوتا ہے، اگر نہیں کرے تو اس کا Effect (تاثر) بچہ کی شخصیت پر بھی ہوسکتا ہے، وہ پھر دوسرے سے لڑ جھگڑ کر اپنا وقت گزارے گا، بہتر ہے کہ بچہ کھیل کود کے وقت خوب کھیل کود لے؛ تاکہ تعلیم کے وقت وہ یکسوئی سے تعلیم حاصل کرسکے۔

نوجوانوں کے لئے ڈرائیونگ کے کچھ اہم اصول

پھر اگلا یعنی آٹھواں پوائنٹ ہے نوجوان اور ڈرائیونگ؛ عام طور پر دیکھا کہ سولہ اٹھارہ سال کی عمر میں بچے کو لائسنس مل جاتا ہے، ڈرائیونگ کا آنا آج کی ضرورت ہے، بعض ملکوں میں تو جیسے بندے کی ٹانگیں ہیں، اسی طرح ڈرائیونگ ہوتی ہے یعنی اُس کے بغیر بچہ خود کو Handicaped (معذور ومحتاج) محسوس کرتا ہے؛ مگر اس بچے کو چند باتیں سکھانی ضروری ہیں۔ ایک تو یہ اکیلے نوجوان لڑکے کی ڈرائیونگ محفوظ ہوتی ہے۔ توجہ سے سنیں! اکیلے نوجوان لڑکے کی ڈرائیونگ محفوظ ہوتی ہے۔ جان ہر کسی کو عزیز ہے لیکن جب اسکی گاڑی میں کوئی دوسرا بندہ بیٹھ جاتا ہے تو ایکسیڈنٹ کا خطرہ ۵۰ فیصد بڑھ جاتا ہے، چونکہ وہ نوجوان بچہ اپنے ساتھ بیٹھے ساتھی، دوست یا رشتہ دار کے سامنے Show off (دکھاوا، اترانا) کرنا چاہتا ہے، میں ڈرائیونگ کرسکتا ہوں، میں تیز چلاسکتا ہوں، میں ایسے کٹ لگاسکتا ہوں؛ پھر اگر ایک سے زیادہ

بچے اس کی گاڑی میں بیٹھیں، تو ایکسیڈنٹ کا خطرہ چار سو گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔ تو یہ سائنسی تحقیق ہے۔ اکیلے بچے کی ڈرائیونگ کسی قدر محفوظ ہوتی ہے، اگر اکیلا ایک بندہ ساتھ بیٹھ جائے تو ۵۰ فیصد ایکسیڈنٹ کا خطرہ، اگر کئی لوگ ساتھ بیٹھ جائیں تو چار سو گنا ایکسیڈنٹ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ہمارے قریبی تعلق کے لوگوں میں شادی کے موقع پر پانچ بچے گاڑی میں ایسے ہی نکلے کہ ذرا باہر سے چکر لگا کے آتے ہیں، Over speeding (بہت تیز رفتاری) کی وجہ سے گاڑی الٹ گئی، پانچوں کے پانچوں فوت ہوگئے، دوسروں کو متأثر کرنے کے لئے بچہ ڈرائیونگمیں تھوڑا الگ کرنے کی کوششکرتا ہے، لوگوں سے بات چیت میں مشغول ہونے کی وجہ سے ڈرائیونگ کی طرف دھیان نہیں رہتا، ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔ بچے کو دو باتیں بہت اہتمام کے ساتھ سکھانی چاہئے: پہلی بات کہ وہ یہ سمجھیں کہ گاڑی کو Controlled speed (قابو کے اندر، مناسب رفتار) سے چلانا مہارت ہے اور تیز چلانا بے وقوفی ہے، یہ اچھی طرح ذہن میں ڈالیں۔ اس کو بتائیں کہ آنے والی ہر گاڑی تمہیں ٹکر مارنے کے لئے آرہی ہے، تم اپنے آپ کو کیسے Safe (محفوظ) رکھ سکتے ہو۔ اہم بات کہ ٹیلیفون رموبائل کا استعمال ڈرائیونگ میں سب سے زیادہ خطرناک ہے، بچے فون پہ بات کہیں کر رہے ہوتے ہیں ڈرائیونگ کہیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، پھر اگر وہ Text (لکھنا، SMS کرنا) ڈرائیونگ کے دوران کر رہے ہیں، سب سے زیادہ ایکسیڈنٹ کے لئے بری حالت ہوتی ہے، وہ اپنے بٹن دبانے میں لگے ہوتے ہیں اور گاڑی ٹھاہ!!! کہیں جاکے لگتی ہے، اس لئے بچے کو ڈرائیونگ تو سکھانی چاہئے؛ مگر ساتھ ساتھ یہ تمام باتیں بھی اس کے ذہن میں ڈالنی چاہئے، بچے کو پتہ ہو کہ میں نے ڈرائیونگ کیسے کرنی ہے؟

نوجوانوں کو Safety (تحفظ وسلامتی) کا خصوصی دھیان رکھنے کی تربیت

نویں بات نوجوان اور Safety (تحفظ وسلامتی) کہ ماں باپ بچے کو بچپن ہی میں تحفظ کے بارے میں باقاعدہ سکھائیں؛ آج کون ماں ہے؛ جو بچے کو یہ سمجھاتی ہے؟ ماں کو خود پتہ نہیں ہوتا؛ وہ بچے کو کیا بتائے گی، چنانچہ Safety کے بارے میں جو چند باتیں بتانی ہے: سب سے پہلے جیسے ہی بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہو، اس کو گھر کا فون نمبر، ایڈریس، گھر کی Location (مقام، جائے وقوع) یہ اچھی طرح یاد کروادینی چاہئے؛ کیونکہ کبھی بھی بچہ لاپتہ ہوسکتا ہے کبھی بھی بچھڑ سکتا ہے، تو بچہ کو پتہ ہو کہ امی، ابو کا کیا نام ہے؟ گھر کا فون نمبر کیا ہے؟ ایڈریس کیا ہے؟ یہ اس کو زبانی یاد کروانا چاہئے۔

دوسری چیز Safe playing (محفوظ طریقہ سے کھیلنا) کے بارے میں بتانا چاہئے اگر وہ

Cycling (سائیکل چلانا) کرتا ہے تو سر پر Head guard (سر کو محفوظ رکھنے کے لئے کوئی ہیلمیٹ یا ٹوپی وغیرہ) پہنے، اگر وہ فُٹ بال کھیل رہا ہے تو Knee guard (گھٹنے کو محفوظ رکھنے کے لئے پہننے والا ایک پیڈ) باندھے، ننگے پاؤں کھیلنے کے بجائے جوتے پہن کر کھیلے، بچے ننگے پاؤں بھاگتے دوڑتے ہیں اپنے پاؤں کو زخمی کر لیتے ہیں تو اس کو تحفظ وسلامتی کے بارے میں بتانا چاہئے، کھیل میں حفاظت کے سلسلے میں ایک اہم بات ذہن میں رکھیں کہ بچہ کو سر پر جب بھی چوٹ لگتی ہے اس کا IQ level (عقل کی سطح) ہر مرتبہ کم ہوتا ہے، یہ سائنس کی تحقیق نے ثابت کر دیا، جتنی مرتبہ بچے کو سر پر ٹھوکر لگتی ہے، چھوٹی لگے زیادہ لگے گر کے لگے، یا کوئی سر پر مار دے؛ الغرض جب بھی بچے کو سر پر ٹھوکر لگے گی اس کا IQ level (عقل کی سطح) کم ہو جائے گا، اسی لئے امریکہ میں یہ ریسرچ کی گئی کہ جو بچے وہاں Rugby (ایک قسم کا فٹ بال کھیل) کھیلتے ہیں، اس میں کھینچا چھینا ہوتا ہے، چنانچہ (بغیر ہیلمیٹ) ان کو سروں پر بہت چوٹ لگتی ہے تو دیکھا گیا کہ ان کے بڑے بڑے اسٹار کئی مرتبہ خودکشی کر لیتے ہیں چونکہ ان کا دماغ متأثر ہوا ہوتا ہے، اس لئے بچے کے سر کی چوٹ بہت زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ Slippery (پھسلن والی جگہ) کے بارے میں بچے کو بتائیں کہ بہت احتیاط سے تم کو گزرنا چاہئے، گر نہ پڑو کہ سر پر یا کسی اور جگہ چوٹ لگے۔

تیسری بات کچن کے سلسلے میں؛ مثلاً بچہ کچن میں جائے گا چھری اٹھانے کی کوشش کرے گا، ماں چھری اٹھانے کا بھی طریقہ سمجھائے، چھری پکڑانے کا بھی طریقہ سکھائے، پھر اس کے بعد بچے کو کچن کی مختلف چیزیں، مشینیں استعمال کرتے ہیں؛ تو اس کو بتائیں کہ کوکر کو کیسے استعمال کرنا ہے، اس کا پریشر نکالے بغیر اگر اس کے ڈھکّن کو کھولیں گے تو کیا حشر ہوگا، اسی طرح بچے Blender (عرق نکالنے، چھینٹنے نیز ملانے والی مشین) چلا دیتے ہیں، اور حادثہ کر بیٹھتے ہیں، سلائی مشین اٹھا کر چلا لیتے ہیں، Grinder (پیسنے رگسنے والی مشین) اُٹھا کر چلا لیتے ہیں، Tool safety (اوزاروں سے متعلق حفاظتی اُمور) بچوں کو بتانے کی ضرورت ہے۔ بچوں کے ہاتھ میں Nail cutter (ناخن تراش) آجاتا ہے، وہ اپنی انگلیاں زخمی کر لیتے ہیں، ان کو ناخن تراشنا باقاعدہ سکھانا چاہئے، اور اگر بچے اوزاروں سے کھیلنے کی عمر کو پہونچ گئے؛ تو ان کو بتانا چاہئے کہ Eye goggles (حفاظتی چشمہ) کا استعمال کرنا کتنا ضروری ہے، بچیاں جب ذرا بڑی عمر کو پہونچتی ہیں تو ان کو Cleansing cream (بال صفا کریم) استعمال کرنی پڑتی ہے، ان کو بتانے کی ضرورت ہے کہ ایسی صورت حال میں ہاتھوں میں دستانے پہننے کی ضرورت ہے، اگر یوں ہی کریم ہاتھوں پر لگ جائے تو بسا اوقات وہ اتنی Toxic (زہریلی) ہوتی ہے کہ جلد پر ان کے نشان پڑ جاتے ہیں، ایک بچی نے ایک ایسی کریم کو ہاتھوں اور چہرہ پہ لگا لیا ساری زندگی کے لئے اس کے چہروں پہ نشان بن گئے تو

یہ Safety کی چیزیں ماں Subject (مضمون، عنوان) بنا کر بچے کو بتائیں۔

چوتھی چیز ہے Electrical safety (بجلی، کرنٹ کے سلسلے کے تحفظاتی امور) بچے کو باقاعدہ سمجھائیں کہ گیلے ہاتھ سے تار نہیں پکڑنی ہوتی، ننگے پاؤں ہو تو سوئچ اندر نہیں ڈالنا چاہیئے، پاؤں کے نیچے کوئی چیز ہونی چاہیئے، کس طرح کرنٹ لگ سکتا ہے، کس طرح کیا ہو سکتا ہے تو الیکٹریکل سیفٹی کے بارے میں بنیادی چیزیں بچے کو خود بتا دینی چاہیئے، اور یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ اگر کہیں پلاسٹک کے جلنے کی مہک آئے تو فوراً دیکھو کوئی تار تو نہیں جل رہی، کوئی تار گرم تو نہیں ہو رہی، ایک کنکشن پر زیادہ چیزوں کو جوڑ دینے سے وہ کنکشن جل سکتا ہے، گھر میں آگ لگ سکتی ہے، تو یہ الیکٹریکل سیفٹی بھی بچے کو بتائیں تاکہ وہ ان چیزوں سے بچ سکیں۔

پھر اس کے بعد ہے Fire safety (آگ سے حفاظتی امور)! فائر سیفٹی میں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ کن کن چیزوں سے آگ لگ سکتی ہے؛ مثلاً گھر کے اندر بعض چیزوں کو اگر ON (چلتا) چھوڑ دیا جائے تو وہ اتنی گرم ہو جاتی ہے کہ ان کی وجہ سے آگ لگ جاتی ہے تو کن کن چیزوں سے آگ لگ سکتی ہے بچے کو وہ سمجھائیں اور یہ بھی سمجھائیں کہ جب کہیں، آگ لگ جائے تو بچہ آگ کو بجھانے کی ہرگز کوشش نہ کرے، گھر سے باہر نکلے، یہ بچے بڑی غلطی کر لیتے ہیں کہ چھوٹی عمر کے ہوتے ہیں گھر میں آگ لگی دیکھتے ہیں؛ وہ اپنے طور پر آگ کو بجھاتے ہیں آگ میں جل جاتے ہیں؛ چنانچہ بچے کو Training (تربیت) دینی چاہیئے کہ اگر گھر میں آگ لگی دیکھے؛ تو دو ۲ کام ہیں، اُسکو کرے: ایک کام Shout (چِلاّنا) کر کے بتائے اور دوسرا کام گھر سے فوراً باہر نکل جائے، جان کا بچانا زیادہ ضروری ہے بنسبت چیزوں کو بچانے کے؛ بلکہ بچے ذرا اور بڑے ہوں، تو ان کو Safety drills (حفاظتی مشقیں) کرانی چاہیئے کہ گھر میں آگ لگے تو Evacuation (انخلاء و اخراج) کیسے کی جاتی ہے، کیسے باہر نکلا جاتا ہے، اگر فرض کرو کہیں سیلاب آ جائے، تو سب سے اونچی جگہ پر جانا ہوتا ہے، اگر کہیں آندھی آ جائے تو سب سے نیچی جگہ پر جانا ہوتا ہے، جن ملکوں میں بہت آندھی آتی ہے وہاں سمجھاتے ہیں کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ ورنہ ہوا آئے گی Vaccum (ہوا کا مخصوص ہیولا یا دباؤ) بنے گا بچے کو اٹھا کر دو سو میل دور پھینک دے گی۔

یہ سیفٹی کی باتیں اہمیت کے ساتھ ماں اپنے بچے کو بتائے؛ تاکہ بچے اپنی حفاظت کر سکیں ان کو حدیث سکھائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ'' (تمہاری جان کا تمہارے اوپر حق ہے) اب جس طرح اچھی چیزیں کھانا یہ حق ہے اسی طرح اپنے آپ کو نقصان سے محفوظ کرنا یہ بھی جان کا حق ہے؛ لہذا اس کو ثواب سمجھ کے کرے اور اس کے مطابق سارے کام کرے۔

نوجوانوں کو Finance Management (مالیاتی نظم وضبط) کی تربیت

اگلا پوائنٹ ہے نوجوان اور Finance Management (مالیاتی نظم وضبط) بچے کو بچپن سے ہی بتانا چاہیئے کہ مال اللہ کی نعمت ہے اس کو Earn (کمانا) کرنے کے لئے بھی محنت کرنی پڑتی ہے اور اس کو Spend (خرچ) بھی محتاط ہو کے کرنا پڑتا ہے، اور قیامت کے دن اس کے بارے میں ۲ دو سوال ہونگے: مال کہاں سے کمایا؟ اور مال کہاں خرچ کیا؟ اس کے اندر رزق حلال کی اہمیت ڈالیں تاکہ بچپن سے بچے کو پتہ ہو کہ میں نے حرام مال سے اپنے جسم کا کوئی Tissue (ریشۂ لحمی) نہیں بنوانا ورنہ وہ حصہ قیامت کے دن جہنم میں جلایا جائے گا۔ چھوٹے بچے کو بتائیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بچے کو خریداری کے لئے ساتھ لے کے گئیں تو Payment (ادائیگی) بچے سے کروائیں بچہ سے بل پڑھوایئے، بچہ بتائے تاکہ وہ Cost concious (قیمت کی سمجھ) ہو کوئی چیز منتخب کرنی ہے تو بتائیں یہ اتنے کی آرہی ہے! وہ اتنے کی آرہی ہے۔ یہ ایک جیسی ہے، ایک مہنگی ہے، ایک سستی ہے، تاکہ بچے کو بچپن سے پتہ چلے کہ ہم کسی چیز کو کیوں Buy (خریدنا) کررہے ہیں۔ بعض لوگ مال پیسے والے ہوتے ہیں ہم نے دیکھا کہ آٹھ۔ نو سال کے بچے کے ہاتھ میں کریڈیٹ کارڈ پکڑا دیتے ہیں اس سے بڑی غلطی اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ Plastic Money تو ایسی ہے کہ بڑے کو اندازہ نہیں ہوتا کہ میں کتنا خرچ کررہا ہوں؟ تو چھوٹے کو کیا سمجھ آئے گی!! لہذا جن کے ہاتھ میں کریڈیٹ کارڈ آجاتا ہے وہ پھر اپنی گندی دوستیوں کو بھی نبھاتے ہیں گفٹ بھی دیتے ہیں، اور ایسی ایسی جگہوں پہ ٹکٹیں خریدتے ہیں کہ جہاں ماں باپ سوچ بھی نہیں سکتے؛ اسلئے بہتر یہ ہے کہ کریڈیٹ کارڈ بچے کے ہاتھ میں آنا ہی نہیں چاہیئے۔ ہاں بچے کے ساتھ اسٹور گیم کھیلیں!! ہمارے حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ نے اپنی اہلیہ صاحبہ کو گھر میں بہت ساری بچوں کے لئے کھانے پینے کی چیزیں لاکے دے دی تھیں، اور اماں جی نے اس کا نام ''گھر کی دکان'' رکھا ہوا تھا، چنانچہ گھر کے بچوں کو باہر دکان سے جاکر کوئی چیز خریدنے کی اجازت نہیں تھی، والد کے پاس بچے جاتے تھے، پیسے لیتے تھے اور اماں جی کے پاس آکر پیسے دے کر چیزیں خریدتے تھے، تو یوں بچوں کی ضرورت بھی پوری ہوجاتی تھی اور بچوں کو پیسے کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوجاتا تھا۔ بچہ کو بچپن سے پیسہ محفوظ کرنے کی عادت ڈلوانی چاہیئے، چنانچہ جب وہ اپنے پیسوں کو محفوظ کرے تو اس کو بتانا چاہیئے کہ اس میں سے ایک حصہ اپنے پہ خرچ کرسکتے ہو اور ایک حصہ تم اللہ کے راستے میں صدقہ جاریہ کے طور پر خرچ کرسکتے ہو، Education (تعلیم) پر خرچ کرسکتے ہو، اور تیسرا حصہ تم اپنے لئے کسی بھی ضرورت ایمرجنسی کی صورت میں اس کو بچا کے رکھ سکتے ہو تو بچے کو بچپن سے

انداز ہ ہوجائے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ جب آپ گھر کی Budgeting (اخراجات کی منصوبہ بندی) کررہی ہوں تو بچے کو مشورہ میں شامل کریں ،تو بچے کو ایک احساس ہوگا کہ مال پیسہ بے حساب نہیں آتا اسکی ایک مقدار ہوتی ہے؛ چنانچہ شروع سے محتاط ہوجاتا ہے۔اسی لئے بعض عقلمندوں کو دیکھا کہ جو لکھ پتی، بڑے بزنس والے ہوتے ہیں؛ جب ان کے بچے پڑھائی سے فارغ ہوجاتے ہیں،تو شروعات میں وہ ان کو بزنس پر نہیں بٹھاتے ، کہتے ہیں بیٹا! آپ نے دوسال کسی دوسرے دفتر میں کام کرنا ہے: جب وہ بچہ دوسال کسی دفتر میں کام کرتا ہے،تو اس کو آٹے دال کے بھاؤ کا پتہ چل جاتا ہے، کیسے ڈیوٹی پہ آتے ہیں! کیسے کام لیتے ہیں! Boss (اعلی ذمہ دار) کیا کرتے ہیں! وہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔اس کے بعد جب وہ باپ کے بزنس کو خود سنبھالتا ہے،تو وہ بچہ اپنے باپ کے بزنس کو کامیابی کے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ چنانچہ ایک بات ذہن میں رکھیں کہ بچے مالیات کے معاملے میں اپنے بڑوں کی نقل کرتے ہیں؛ تو ماں باپ خود بھی دیکھیں؛ اگر بچی دیکھ رہی ہے، کہ کھانے کے وقت تو امی نے کہا کہ پیسے نہیں ہیں، ہم یہ چیز نہیں پکا سکتے ،مگر دوسری طرف مہنگی چیزیں اپنے لئے خرید کے لا رہی ہیں، تو بچی یقینا حیران ہوگی، تو مثال بن کر خود بھی دکھائیں، ماں باپ خود فضول خرچی سے بچیں، اولاد بھی فضول خرچی سے بچے گی، ماں باپ اگر دوسروں سے قرضہ مانگیں گے،تو بچے کو قرضہ لینا کوئی مشکل نظر ہی نہیں آئے گا۔تو یہ فائنس مینجمنٹ مستقل ایک Subject (موضوع) ہے۔

ہاں Extrem of every thing is bad (ہر چیز کی بے جا زیادتی بری ہوتی ہے) اس کو Money oriented (ہر کام میں پیسہ ہی مقصد ہوجانا) بھی نہ بنائیں ایسے بھی نہ ہو کہ وہ ہمیشہ پیسہ پیسہ کرنے میں لگ جائے ،تو اس درجہ تک بھی جانے نہیں دینا۔اس بچے کو سمجھائیں کہ دیکھو! یہ مال دین پہ خرچ ہونے کے لئے ہے اللہ کے راستے پہ خرچ ہونے کے لئے ہے۔ چنانچہ جو بچے پیسے کے حرص میں مبتلاء ہوجاتے ہیں؛ ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ باہر جاکر کمائی کرنے کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں؛ اور جس بچے اور بچی نے باہر سے Income source (آمدنی کے ذرائع) سوچنا شروع کردیا؛ جہان بھر کی برائی ان بچوں میں آجائے گی۔

دوسری بات کہ ایسے بچے جن کے پاس وافر پیسہ ہوتا ہے یہی بچے ہوتے ہیں جو جوان ہوکے Drugs (نشہ آور اشیاء) میں لگ جاتے ہیں ؛یہی بچے Love affairs (عشق و معاشقہ) میں پڑجاتے ہیں، اور محبوبہ کو تحفہ دینا ان کے لئے آسان ہوتا ہے تو اس لئے اس کی اتنی زیادتی بھی نہ ہو کہ فالتو پیسہ ہاتھ میں ہو،بس اتنا ہو کہ ان کو ضرورت کے لئے کسی غیر سے مانگنا نہ پڑے اس کو Finance Management (مالیاتی نظم وضبط) کہتے ہیں۔

بچے کی نافرمانی کی وجوہات کی تلاش کرنا

پھر اسکے بعد ایک نکتہ ہے نو جوان نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اہم نکتہ مائیں توجہ سے سنیں! کبھی کبھی وہ سوچتے ہیں کہ ماں باپ مجھے نظر انداز کرتے ہیں! کبھی کبھی وہ سوچتے ہیں کہ مجھے کچھ اور چاہئے جو مجھے یہاں نہیں دیا جا رہا! کبھی وہ سوچتے ہیں ماں باپ میرا نقطہ نظر کیوں نہیں سمجھتے؟ کبھی کبھی وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہر بات پر کیوں ڈانٹا جاتا ہے؟ کبھی وہ تھکے ہوتے ہیں اور تنہائی چاہتے ہیں؛ اس لئے وہ کوئی کام کرنا نہیں چاہتے، تو اس کو سمجھنے کی کوشش کریں، کئی مرتبہ وہ Confused (غیر مطمئن) ہوتے ہیں ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، بس وہ چپ ہو کے بیٹھ جاتے ہیں، کچھ نہیں سمجھتے، ماں باپ سمجھتے ہیں یہ نافرمانی کرتا ہے حالانکہ وہ Confused (غیر مطمئن) ہوتا ہے، کئی مرتبہ بچے کو کوئی چیز Bother (پریشان) کر رہی ہوتی ہے؛ مثلاً اسکول میں کسی کو دوست بنالیا اور وہ روٹھ گیا، اب گھر میں آ کے وہ ماں باپ کی باتوں میں Interest (دلچسپی) ہی نہیں لے رہا، سُن ہی نہیں رہا؛ ماں باپ کہتے ہیں، یہ نافرمان ہے! وہ نافرمان نہیں ہوتا اسکو اس وقت اپنے دوست کی دوری پریشان کر رہی ہوتی ہے، اور کبھی گناہوں کے ماحول کی وجہ سے وہ بچہ ماں باپ کی بات ماننے کو اہمیت ہی نہیں دیتا، Freedom (آزادی) محسوس کرتا ہے؛ چنانچہ اگر کوئی بچہ نافرمان بنتا ہے، تو ماں باپ کو چاہئے کہ Diagnose (تشخیص) کریں کہ اس کے پیچھے وجہ کیا ہے؟ اس کا پتہ لگانا ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

بچوں کی نافرمانی کو کس طرح Deal کریں؟

اب اگر پتہ چل جائے کہ بچے نافرمانی کر رہے ہیں، تو کیا کریں؟ اہم عنوان ہے، اگر چھوٹا بچہ نافرمانی کرے تو اس کو بتائیں کہ ہم آپ کو یہ نہیں دیں گے یہ نہیں دینگے، جب بچے کو پتہ چلے گا کہ نافرمانی کرنے سے مجھے محروم کیا جائے گا، تو وہ ڈرے گا، پھر بھی اگر کرے، تو اس کو Corner (کنارہ، کونا) پہ کھڑا کریں یہ جو Corner میں کھڑا کرنا ہے، یہ سزا چھوٹی بھی ہے مگر Affective (مؤثر) ہے، چنانچہ سات سال سے پہلے کے بچے کو کہیں، کہ جاؤ کارنر میں کھڑے ہو جاؤ، وہ نہیں کہے گا کہ میں نہیں کھڑا ہوتا؛ وہ غلام ہوتا ہے، وہ ویسے ہی کرے گا، مگر یہ جو Time out (سزا کا وقفہ) ہے اسکی ایک ترتیب ہونی چاہئے، جتنے سال کا بچہ اتنے منٹ اسکا وقفہ؛ تین سال کے بچے کی سزا تین منٹ، چار سال کی چار منٹ، پانچ کی پانچ منٹ، اور اگر زیادہ کچھ مسئلہ بنائے؛ تو کسی وقت اس کو دو گنا بھی کیا جا سکتا ہے، تاکہ بچہ کو سبق ملے۔ ایک بات

یہ ذہن میں رکھیں کہ جب لڑکے کو دھمکا یا جائے یا سزا دی جائے؛ تو اس کے Reaction (ردّ عمل) میں وہ بچہ نافرمان بن جاتا ہے، اس کو ''Attention deficit disorder'' کہتے ہیں ماں باپ کی بے جا نرمی؛ یہ بھی بچے کو نافرمان بنا دیتی ہے، بچے کو اگر کوئی بات کہنی ہے تو حاکمانہ انداز میں نہ کہیں، بلکہ Cooperation (تعاون) کے انداز میں کہیں! بچے سے بے فائدہ سوال نہ پوچھیں! ''یہ کمرہ ابھی تک کیوں گندہ ہے؟ تم کیسے زندگی گزاروگے؟'' ان سوالوں کا بچہ کے ذہن میں ردّ عمل پیدا ہوتا ہے، اس کو وہ بتائیں جو کرنا ہے، مثال کے طور پر بڑی عمر کی عورتوں میں بھی یہ اکثر باتیں دیکھی جاتی ہیں، وہ شوہر کو یہ تو کہہ دیں گی، ہم خوش نہیں ہیں! کیوں خوش نہیں؟ یہ نہیں بتائیں گی، یہ تو کہیں گی بچو! تم بہت شور مچا رہے ہو، آسان سی بات نہیں کہیں گی کہ بچو چپ ہو جاؤ! یہ تو کہیں گی کہ رات تم اتنے دیر سے آتے ہو، یہ نہیں کہیں گی کہ آپ جلدی آجایا کریں! بچہ Positive (مثبت) بات کو سننا چاہتا ہے اور اکثر ہم Negative (منفی) بات کر رہے ہوتے ہیں، مائیں اِس بات کو خود محسوس کریں گی، کہ اکثر وہ Negative question (منفی سوال) بچے سے پوچھ رہی ہوتی ہیں؛ اسکے بجائے کہ اس کو مثبت بات بتائیں، کیونکہ سات سال سے پہلے بچہ مثبت بات سننا چاہتا ہے، امی کہیں، میں عمل کروں! ابو کہیں، میں عمل کروں! اس کے ذہن کو سوچیں نا کیوں اس سے ایسے بات کر رہی ہیں؟ تم کیسے زندگی گزاروگے؟ بچے کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

تفصیلات بتانا چھوڑ دیں کئی مرتبہ ماں بچے کو بات کرتی ہیں اور اس کو Justify (جواز پیش کرنا) کرنے لگتی ہیں، جس نے Justify (جواز پیش کرنا) کرنا شروع کر دیا، اس نے بچے کو بتا دیا کہ تم فاتح ہو اور میں شکست کھا چکی ہوں۔ کئی مائیں یہ غلطی کرتی ہیں کہ جب بچہ ضد کر رہا ہوتا ہے اس وقت اس کو سمجھانا شروع کر دیتی ہیں جب بچہ ضد کر چکے تو پھر سمجھانے کا Zero (صفر) فائدہ ہوتا ہے اسلئے کہ دماغ کی دو حالتیں ہوتی ہیں؛ ۱۔ ایک کو کہتے ہیں ''Receptive mode'' (آمادگی والا رجحان) اس میں بچے کو جو کہیں وہ مانتا ہے، کرتا ہے، تسلیم کرتا ہے۔ ۲۔ دوسرا ہوتا ہے Defensive mode (دفاعی پہلو) جب بچہ اس رجحان والا ہو گیا؛ تو اس وقت اس کے خانے میں کوئی بات نہیں بیٹھ سکتی، جو آپ کہہ رہی ہیں وہ سب اُوپر اُوپر سے گزر رہا ہے، بچے کے ذہن میں کچھ نہیں جا رہا، اُس وقت جب بچہ ضد کر لے اس کو لیکچر دینا آخری درجہ کی بے وقوفی ہوتی ہے، اور اکثر عورتیں ایسا کرتی ہیں، بچے نے ضد کی اور اس وقت سمجھا رہی ہوتی ہیں، اس وقت سمجھانے کا کیا فائدہ اس وقت تو بچہ سامنے سے باتیں کرے گا، غصہ کرے گا یہ اُس کا Fight

Flight mode کا mode یہ اس کا ہے، اور اگر کمزور ہے چپ کر جائے گا یہ اس کا mode (غصہ، لڑائی کا انداز) ہے، اور اگر کمزور ہے چپ کر جائے گا یہ (خاموشی، تعطل کا رجحان) ہوگا یہ ایک طرف ہو جائے گا؛ تو ایسے وقت میں کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

سائنسدانوں نے ریسرچ کے ذریعہ یہ بات نکالی کہ سات سال سے پہلے بچہ ذہنی طور پر تقریر سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا، چنانچہ سات سال سے پہلے بچے کے سامنے تقریر جھاڑنا بے وقوفی ہوتی ہے، ذہن کا موڈ ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اچھے انداز سے حکم سننے کے لئے تیار ہوتا ہے، کیونکہ وہ غلام ہوتا ہے، تو غلام کو تو تقریر نہیں چاہئے نا۔ پھر کئی مرتبہ ماں باپ بچے سے اپنی ناراضگی کا برملا اظہار کر دیتے ہیں اگر دیکھیں کہ بچہ زیادہ نافرمانی کرتا جا رہا ہے تو اس کو دوسروں کے ذریعہ سے کہلوائیں مثلاً باپ بتائے تمہاری اس بات سے تمہاری ماں ناراض ہیں! ماں بتائیں تمہاری اس بات سے تمہارے ابو سخت ناراض ہیں تو کسی کے ذریعہ سے بات بتانا اور پہونچانا اس کا اثر بچے پہ زیادہ ہوتا ہے۔

اب نافرمانی کم کرنے کے طریقے کیا ہیں؟؟ تو جیسے پہلے دوسرے لیکچر میں بتایا گیا کہ بچوں کی چار قسمیں ہوتی ہیں، تو ہر قسم کے بچوں کو الگ Deal (معاملہ) کرنا ہوتا ہے مثلاً Sensitive (حسّاس) بچہ اگر نافرمانی کر رہا ہے تو اس بچے کے پاس بیٹھیں اور اس کی بات کو سنیں جب اس کو ٹائم دیا اور اچھے سے اُس کی بات سُن لی تو Problem (پریشانی) حل ہو گیا، اس بچے کو Fix (سیدھا) کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ڈانٹ ڈپٹ کر کے سیدھا کر دینا اس بچے کو صرف ماں باپ کا ٹائم چاہئے ہوتا ہے، پاس بٹھائیں، پیار سے اسکو سینے سے لگائیں، ہاتھ سر پر پھیریں، اُس کی بات کو سن لیں؛ جب وہ Pour out (اندر کی بات باہر نکال دینا) کر لیتا ہے، تو وہ بچہ پھر ماں باپ کی فرمانبرداری کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

جو بچہ Active (متحرک، فعّال) ہوتا ہے، اس بچے کو ساتھ ملا کر کام کریں، شریکِ کار کریں، اکثر مائیں یہ غلطی کرتی ہیں؛ کہ ایسے متحرک بچے کو دوسروں کے سامنے سزا دیتی ہیں، پھر وہ اور نافرمان بن جاتے ہیں، چونکہ ان میں اَنا بہت زیادہ ہوتی ہے۔

جو بچے Responsive (قبولیت کے مزاج والے) ہوں، ان بچوں کو واقعات سنائیں، ایسے بچے Story (کہانی، قصہ) سے، دوسروں کے واقعات سے، فلاں نے ایسا کیا، ایک بچہ تھا؛ یہ ہو گیا، ایک بچی تھی؛ یہ ہو گیا، دوسروں کے واقعات سنائیں، یہ بچے دوسروں کے واقعات سُن کر آمادہ ہو جاتے ہیں، اچھا امی جیسے آپ کہہ رہی ہیں، ویسے میں کروں گی، ان بچوں کو صرف Command (حکم) کی ضرورت

ہوتی ہے؛ ماں بتادیں، تم یہ کرو بچے ویسے کرلیتے ہیں،

اور جو Receptive (آمادگی کے مزاج والے) بچے ہوتے ہیں ان کی زندگی میں Rhythm (پُرسکون بہاؤ) کی ضرورت ہوتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ بس ایک Stable life (استقرار والی زندگی) ہو اور اس میں کوئی Disturbance (خرابی، رُکاوٹ) نہ ہو ایک ترتیب کے مطابق ہم اپنی زندگی گزارتے رہیں، ماں باپ کا جھگڑا اور اس قسم کی باتیں، یہ چیزیں ان کو Disturb (پریشان) کررہی ہوتی ہیں۔

سَزا کے بجائے انعام کے شوق میں بچوں سے فرمانبرداری کروانا

دوسری بات کہ بچوں کی نافرمانی کم کرنے کے لئے سَزا کے بجائے Reward (انعام) کا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ اہم بات ہے اگر Sensitive (حسّاس) بچہ نافرمانی کرے تو اس سے یہ کہیں اگر تم میری بات مانوگے نا تو میں تمہارے ساتھ زیادہ ٹائم گزاروں گی، ابو کہیں میں تمہیں وہاں لے کے جاؤں گا، حسّاس بچے ماں باپ کے ساتھ زیادہ ٹائم ملنے کے انعام سے فوراً خوش ہوجاتے ہیں، نافرمانی چھوڑ دیتے ہیں۔ Active (متحرک) بچے سے اگر آپ یہ کہیں کہ میں آپ کے ساتھ وقت گزاروں گی تو وہ نہیں مانیں گے، اُن سے کہیں: کہ کل میں اور آپ گارڈن میں جاکے پھول چنیں گے، یعنی مِل کے کام کریں گے، اچھا ہم کچن میں یہ چیز مِل کے پکائیں گے، یہ جو مِل کے کام کرنا ہے؛ یہ متحرک و فعّال بچوں کو بہت اچھا لگتا ہے، وہ فوراً بات مان لیتے ہیں۔ اگر Responsive (قبولیت کے مزاج والا) بچہ ہے تو اس سے کہیں کہ میری بات مانو، میں تمہیں مزے کی کہانی سناؤں گی، وہ مزے کی کہانی کے پیچھے فوراً بات مان لے گا اور اگر Receptive (آمادگی کے مزاج والا) بچہ ہے تو اس کو کہیں کہ اچھا میری بات مانو، تو پھر میں تمہیں انعام دوں گی، تو انعام کی وجہ سے وہ بچہ بات کو مان لیتا ہے، تو ماں باپ کو چاہئے کہ اس طرح وہ اپنے بچوں کو Reward (انعام) دیں۔ اگر بچہ بڑا ہوگیا تو اس کا جیب خرچ متعین کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ بچے کو غیر سے مانگنا نہ پڑے، مگر اتنا ہو کہ ضرورت پوری ہو، وہ اس کو فضول خرچی میں استعمال نہ کرسکے، اگر بچہ کو کسی وقت منانا ہے تو اس سے کہیں کہ اچھا بات مانوگے تو ہم آپ کو اس دفعہ دوگنا جیب خرچ دیں گے؛ مگر جیب خرچ کم ہونا چاہئے، جس کو ڈبل کرنے سے بھی کوئی نقصان نہ ہوسکے؛ یہ نافرمانی کم کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

اب اگر بچہ Public place (عوامی جگہ) پر نافرمانی کررہا ہے، رو رہا ہے، اُدھم مچارہا ہے،

پھر ماں کیا کریں؟ اگر بچہ چھوٹا ہے تو ہر بچہ کو کوئی نہ چیز بہت پسند ہوتی ہے، کوئی ٹافی، کوئی چاکلیٹ، کوئی چپس، کچھ نہ کچھ جو بچے کو یقیناً بہت اچھا لگتا ہے؛ ماں کو عقلمندی کرنا چاہئے، جب گھر سے بچے کو لے کر نکلیں تو اس چیز کو اپنے پَرس میں رکھیں، مائیں خود رکھنا بھول جاتی ہیں، بچے جب تنگ کرتے ہیں، تو اس وقت ان کو سنبھال نہیں پاتیں، پھر بچے کو الزام دیتی ہیں، قصور اپنا تھا کہ بچے کی پسندیدہ کوئی چیز پاس میں نہیں ہے، اگر بچہ شرارت کرے تو اس کو کہیں اچھا میرے پاس تمہاری یہ پسندیدہ چیز ہے، تم اس وقت اب چپ ہوجاؤ، بات مان لو، تو بچہ کو جب پسند کی چیز مل جائے گی، تو وہ کیوں نافرمانی کرے گا!! اور اگر بچہ پھر بھی نہ مانے؛ تو اس کو بتائیں دیکھو! اگر تم اس وقت ہماری بات مانو گے تو میں دوسرے وقت آپ کی بات مانوں گی۔ کئی بچے اس طرح بھی راضی ہوجاتے ہیں۔

پندرھویں چیز کہ اگر بچہ بڑا ہوا اور ماں محسوس کرتی ہے کہ اس کا بیٹھنے کا، اٹھنے کا انداز بدلا بدلا ہے، اس کا مطلب یہ وہ بچہ نشہ آور اشیاء کے استعمال میں مبتلاء بھی ہوسکتا ہے اگر اس کے نتیجے اچھے نہیں، پڑھائی میں دلچسپی نہیں، تو دلچسپی کہیں اور ہے، اُس کا Drug test (طبی معائنہ نشہ کے لئے) کروائیں، اس کا ایک ہی علاج ہے بچے کے ساتھ ہمدردی کریں اور اس کے دِل کو ہلکا کریں، پھر وہ خود بتادے گا کہ میں یہ یہ کرتا ہوں، تو ہمدرد بن کر اس کو مشکلات سے نکلنے میں مدد دیں، بچہ خود بھی تنگ ہوتا ہے، کہ میں کیسے نکلوں، وہ نفس کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے، جب اس کو ماں یا باپ کی ہمدردی مل جاتی ہے، تو بچے کے لئے Crisis (بحران، مشکلات) سے نکلنا آسان ہوتا ہے۔

اگلی بات کہ بچہ جب گالیاں نکالے برے لفظ کہے تو عام طور پر چھوٹی عمر میں Corner (کونے) میں کھڑا کرنا سب سے بہتر ہے، اور اگر بچہ پھر بھی نہ مانے تو اس سے کہیں: کہ ہم آپ کو جو Choice (اختیار) دیتے ہیں نا ہم آپ سے آئندہ اختیار چھین لیں گے تو بچہ کو جب یہ احساس ہوگا کہ مجھے جو چوائس ملتا ہے وہ چھین لیا جائے گا، تو پھر ایسا بچہ ایسے الفاظ کہنے سے باز آجاتا ہے۔

بارگاہِ خُداوندی سے مدد مانگنا

آخری پوائنٹ کہ اگر نافرمان بچہ کوئی بات بھی نہیں سمجھ رہا تو پھر کیا کریں اس کو کہتے ہیں دعا بدرگاہ خدا اس خدا سے دعا مانگیں انسانوں کے دل جس کی دو انگلیوں کے درمیان ہے چنانچہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے لکھا کہ میرا بیٹا علم پہ نہیں چلتا تھا میں نے بڑی کوشش کی بالآخر میں اللہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت دعا مانگی؛ میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے اسے میرے علم کا وارث بنادیا۔ عبداللہ ابن مبارکؒ ایک بڑے محدث

گزرے ہیں ان کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں باپ بہت امیر تھے یہ سونے کی چمچ منہ میں لے کے پیدا ہوئے تھے چنانچہ یہ ابتدائے جوانی سے ہی بہت گندے فحش کاموں میں لگ گئے تھے ان کو شہوت کا چسکا پڑ گیا تھا، یہ نوجوان سارا دن باہر مصروف رہتا، ماں اتنی نیک باپ اتنا نیک اور یہ ان کے لئے سوہانِ روح بن گیا تھا ماں باپ اپنی طرف سے دعائیں مانگتے اللہ کی شان کہ ماں کی دعا جنت کی ہوا' ایسی ماں نے یا باپ نے تڑپ کے دعا مانگی کہ بچے کو احساس ہو گیا کہ میں اپنے ماں باپ کو کتنا ستا رہا ہوں، پھر یہ بچہ نیکی کی طرف آیا اور اتنا نیک بنا کہ محدث بنا ایک ایک درس میں چالیس چالیس ہزار طلباء ایک وقت میں ان سے حدیث پڑھا کرتے تھے اور اسماء الرجال کی کتب میں ان کی تعریف میں اتنے اچھے کلمے کہے گئے کہ کوئی حد نہیں! صرف ایک بات بتانی ہے ان کے کلاس کے ایک ساتھی کہتے ہیں: ''میں نے کئی سال ان کی زندگی کو قریب سے دیکھا اور میں اس نتیجے پر پہونچا کہ عبداللہ ابن مبارکؒ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں فقط ایک فرق ہے کہ صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل تھا، وہ شرف عبداللہ ابن مبارک کو حاصل نہیں تھا اس کے علاوہ عبداللہ ابن مبارکؒ اور صحابہؓ کی زندگیوں میں کوئی فرق نہیں تھا، یہ ماں کی دعا ہوتی ہے، جو بچے کے بخت جگا دیتی ہے اللہ کا مقبول بندہ بنا دیتی ہے اللہ رب العزت ہمارے بچوں کو فرمانبردار بنائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق بنائے اللہ کا محبوب بندہ بنائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

محترم قارئین !

صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۵۳ پر ریحانۃ العصر **حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی** دامت برکاتہم کا جو بیان بعنوان ''بچوں کی پرورش'' سے شائع کیا گیا ہے، یہ بیان حضرت والا دامت برکاتہم کی ہی آواز میں CD میں بھی دستیاب ہے۔ ''CD-30'' خصوصی طور سے بچوں کی ہر پہلو سے نشوونماء کے سلسلے کے بیانات کی مستقل سریز پر ہی مشتمل ہے۔ آپ اِسے نعمانی اکیڈمی سے حاصل کر سکتے ہیں یا آرڈر دیکر گھر بیٹھے منگوا سکتے ہیں۔

ملنے کے پتے:

خانقاہ نعمانیہ: ممدا پور، نیرل (ماتھےران والا) تعلقہ کرجت، ضلع رائے گڑھ۔ (دستی حاصل کرنے کے لئے)

نعمانی اکیڈمی، ۳/۱۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ، 226018۔ فون 0522-4079758۔9369026355

E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com